سلسلۂ تالیفات وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر

نمبر ۲

اِسلام کی دُنیوی برکتیں

از

مولوی چراغ علیخان صاحب مرحوم

سنہ ۱۹۰۹ء

مطبوعہ نولکشور سٹیم پریس لاہور

وکیل ٹریڈنگ کمپنی کی نو طبع و جدید کتب

مسلمانوں کی ترقی اور اُنکے تنزل کے اسباب

نواب محسن الملک بہادر کی تالیف ہے۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے تمدن
کے ہر صنف میں کس طرح حیرت انگیز ترقی کی تھی۔ دنیا میں نہایت اعلیٰ ترین شایستگی و تہذیب
کی استوار بنیاد انھوں نے ایک زمانہ میں کیونکر قایم کی۔ پھر تنزل کیوں ہوا اور اس کے
اسباب کیا ہیں۔ آخر میں قدیم یونان کے علوم و فنون کا تذکرہ کر کے یہ دکھایا ہے کہ ان
علوم میں مسلمانوں کا پایہ تھا۔ علمی دنیا کو کس انتہائی درجہ کی ترقی انکی وجہ سے حاصل
ہوئی تھی اور پھر جہالت کے ہاتھوں کیسا اندھا دھند اور عبرت انگیز تنزل ہوا۔ قیمت

اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کی یہ
بالکل جدید تالیف ہے جسکی تدوین
خاص وکیل ٹریڈنگ کمپنی کیلئے ہوئی ہے تاریخ اور واقعات کی تحقیق و تنقید میں مولانا
کا پایہ اظہر من الشمس ہے۔ شہنشاہ عالمگیر پر جو الزامات وارد ہوتے ہیں۔ اور بجائے خود
قتل۔ باپ کی گرفتاری۔ تعصب مذہبی۔ ہندوؤں کے ساتھ مخاصمت۔ بت شکنی۔ جزیہ
کے متعلق جو اعتراضات کئے جاتے ہیں اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ ان اعتراضات
کو واقعات سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ باتیں پست نظر اور تنگ خیال افسانہ نویسوں
کی پیدا کی ہوئی ہیں جو اس صدی کے بہت بعد پیدا ہوئے تھے اور جن کی کتابیں
بد مذاقی نے تاریخ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ مولانا نے خود اس عہد کی مستند تاریخوں سے
تمام واقعات کی تحقیق کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ گو یہ مورخین بھی عالمگیر کے دوست تھے
مگر واقعات کو کیونکر چھپا سکتے تھے۔ یورپ کی غلط فہمیوں پر خاص طور پر نظر ڈالی

۱۲ اسپرو الحمد کی اصلیت فلسفہ تاریخ سے دریافت کی ہے۔ قیمت ... ۱۲ر

خصوصًا اور اور ملکوں میں عمومًا قرآن نے ہی لڑکیوں کی جان بچائی اور تمام جہان
میں جہاں تک اسلام کی دسترس ہوئی اسی نے ان بے رحم والدین کو جو لڑ
ڈالتے تھے خدا کے غضب اور قیامت کے عذاب سے ڈرایا۔ اسلام ہی کی تعل
اثر سے دخترکشی کی رسم اسلامی ملکوں سے مٹ گئی اسی کی پرتاثیر اور خوف خ
والی تقریر سے قتل موؤدہ کی بیخکنی ہوئی۔ اور جہاں اب اسلام پھیلتا جاتا ہے یا
یہ رسم نسیًا منسیا ہوتی جاتی ہے۔ شروع ہی سے قرآن نے اس مہلک رسم کے
کا وعظ کہا

"اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ" (تکویر)

۳) عرب میں جہالت اور حمیت کے غلبہ سے لڑکیوں کا رکھنا ایک سخت
اور اہانت تھی وہ کمبخت اُن لڑکیوں کو یا تو ہوتے ہی مار ڈالتے تھے یا پال پرو
کے جیتا گاڑ دیتے تھے

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰ
مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَ

علامہ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔ واعلم انهم كانوا مختلفين في
قتل البنات فمنهم من يحفر حفرة ويدفنها فيها الى ان يموت۔ ومنهم

ف اور جب بیٹی جیتی گاڑدی کو پوچھے کس گناہ پر ماری گئی

ف اور جب خوشخبری ملے ایسی کسی کو بیٹی کی سارے دن رہے موںھ اسکا سیاہ اور جی
میں گھٹ رہا چھپتا پھرے لوگوں سے مارے برائی اس خوشخبری کے جو سنی اور اسکو رکھے
رہے ذلت قبول کر کر یا اسکو داب دے مٹی میں

من نزميها من شاهق جبل۔ ومنهم من تغرقها۔ ومنهم من يذبحها۔ وهم كانوا يفعلون ذٰلك تارة للغيرة والحمية وتارة خوفاً من الفقر والفاقة ولزوم النفقة ۔

۴۔ یہ تو ایک خاص صورت لڑکیوں کے قتل کی تھی الا عموماً قتل اولاد بھی قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا۔ افلاطون اور ارسطو یہ دونوں نامی حکیم قتل اولاد کے حامی تھے۔ ارسطو کا قول ہے کہ لنگڑے لولے لڑکوں کا پرورش پا جانا قانوناً روکنا چاہئے اور جب کثرت بنی آدم کو کم کرنا منظور ہو تو جنین میں جان پڑنے سے پیشتر اسقاط حمل کرانا چاہئے۔ ملک اسپارٹا (یونان) میں یہ قانون تھا کہ جب کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ شخص اسکو قوم کے وجوہ و اعیان کے پاس لے جاتا وہ لوگ اسکو ملاحظہ کرکے دیکھتے کہ وہ تام الخلقت اور تندرست ہے تو اسے حکم دیتے کہ اس کی پرورش کرے اور اگر اس میں کوئی نقص دیکھتے تو کوہ طیجینوس کے قعر میں گرا دیتے تھے۔ اہل روما میں بھی ایسا ہی دستور تھا کہ بچہ کی پرورش اس کے باپ کی رائے پر موقوف تھی۔ قوم لورش میں بھی ایسا ہی دستور تھا کہ اگر بچے کا باپ چاہے تو اسے پرورش کرے ورنہ اگر اس میں ضعف و نقص پاوے تو جنگلی جانوروں کو کھلا دے۔ بعض وحشی قوموں میں بھی یہ ہنوز ایک رسم عام ہے۔ ایک سیاح نے بیان کیا کہ ملک وانوالیود کے بعض اضلاع میں تو قتل اولاد کی تعداد کل باشندوں کی ایک نصف سے بڑھ کر دو ثلث تک پہنچتی ہے۔ چین اور ہند میں اسکا عام رواج تھا اور ہنوز باقی ہے۔ قرآن نے اس رسم قبیح کی اصل و بنیاد پر گرفت کی اور فرمایا ”لا تقتلوا اولادكم خشية املاق نحن نرزقهم واياكم ان قتلهم كان خطأً كبيرا۔“ (اسرٰی ع ۴)

۵- اولاد کی جان کو ایک اور آفت یہ تھی کہ بے رحم ماں باپ اپنے عزیز ننھے بچوں کو بتوں کی نذر چڑھاتے اور قربان کرتے تھے۔ علاوہ اور ملکون کے (مثل انگلستان و ہندوستان وغیرہ) جہاں Human sacrifices super seded. انسانی قربانی عمل میں آتی تھی عرب میں بھی ایسے حادثات پائے جاتے ہیں۔ پروکوپیوس (مورخ ۵۶۰ء) کہتا ہے کہ المنذر شقیق بادشاہ حرانی (جسکو یونانی لہجہ میں المندروس ھوسکیکی کہتے ہین) بادشاہ غسان کی ایک بیٹی کو قید کرکے لات یا عزیٰ کی قربانی چڑھا دیا تھا۔ اور پوکوک (مورخ ۵۸۰ء) نے اسی بادشاہ کی ایک کیفیت لکھی ہے کہ وہ اپنے دو دوستوں کے قتل کے کفارہ میں ہر سال یوم نحس کو آدمیوں کی قربانی کیا کرتا تھا اسی مورخ اور رنیز ایواگریوس (۵۹۶ء) نے ایک نعمان کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے آدمیوں کو بتوں کی قربانی کیا کرتا تھا اور پورفری نے (۳۰۰ء) مقام دومیہ میں جسے دومۃ الجندل قیاس کیا جاتا ہے ایسی ہی قربانی کا ذکر کیا ہے۔ اور دور کیوں جاؤ۔ عبدالمطلب کا حضرت عبداللہ کو قربانی چڑھائے جانے کی نذر کرنا اسلامی تاریخوں میں پایا جاتا ہے اور غالبًا بالکل بے اصل نہیں ہے اس قسم کی نذر یہود سے عرب میں آئی ہوگی اُن میں یہ دستور تھا کہ بعض اولاد کو صرف دینی کام کے لیئے مخصوص کر دیتے تھے حضرت مریم بھی اسی قسم سے تھیں " قالت امراۃ عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا " (ح ۳) مگر عرب تو اس نذر میں کام ہی تمام کر دیتے تھے[1] اور غالبًا اس آیت میں اسی رسم بد

[1] اور راد دگبن مورخ نے پچاسویں باب میں لکھا ہے (ص ۲۱۳ ۱۸۶۲ء) کہ انسان کی

پر اشارہ ہے "کذٰلک زین لکثیر من المشرکین قتل اولادھم شرکاءھم لیردوھم ولیلبسوا علیھم دینھم" سلہ (انعام ۱۳۸)

۶- جب اس طرح لڑکوں کی جان بچانے کا سامان کر دیا تو اب اسلام نے اُن کے مال کی حفاظت اور یتیموں کی جایداد اُنکے متولیوں کی خورد برد سے محفوظ رکھنے کے لیئے یہ احکام صادر کیئے اور عموماً اُن سے شفقت اور اکرام کرنے کا حکم دیا ✣

Orphans protected against injustice.

ا- "کلا بل لا تکرمون الیتیم" سلہ ۲ (فجر)

ب- "فاما الیتیم فلا تقھر" (ضحیٰ)

ج- "واتوا الیتٰمیٰ اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الیٰ اموالکم انہ کان حوبا کبیرا" سلہ ۳ (نسا)

جہاں کسی عام آفت کے دفعیہ کے لیئے سب سے عمدہ قربانی ہے۔ فرنیقا اور مصر اور روما اور قرطاجنہ کے مذبح انسانی خون سے آلودہ رہتے تھے اور عربوں میں بھی یہی بے رحم رسم مدت سے جاری تھی اور تیسری صدی میں ہر سال ایک لڑکا قبیلہ دمیاتنیہ کا قربانی ہوا کرتا تھا۔ الخ

سلہ اور اسی طرح بھلی دکھلائی تھی مشرکوں کو اولاد مارنی اُن کے شریکوں نے کہ اُن کو ہلاک کریں اور اُن کا دین غلط کریں ✣

سلہ ۲ ا- پر تم عزت نہیں کرتے یتیم کی ✣

ب- سو جو یتیم ہو اُس پر قہر نہ کر ✣

سلہ ۳ ج- اور دے ڈالو یتیموں کو اُن کے مال اور نہ بدلو گندہ ستھرے سے اور نہ کھاؤ اُنکے مال اپنے مالوں کے ساتھ یہ ہے بہت بڑا وبال ✣

د- ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونھم نارا" [له] (نساء)

ہ- ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ- (انعام)

و- وابتلوا الیتامیٰ حتی اذا بلغوا النکاح فان انستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم ولا تاکلوھا اسرافا وبدارا ان یکبروا ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف- (نساء)

ز- وما یتلیٰ علیکم فی الکتاب فی یتامی النساء التی لا تؤتونھن ما کتب لھن وترغبون ان تنکحوھن والمستضعفین من الرجال والنساء الولدان وان تقوموا للیتامیٰ بالقسط" (نساء ۱۹ع)

ح- اس پچھلی آیت سے یہ پایا گیا کہ جو لوگ نابالغ اور یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے ولی ہوتی تھے وہ اُن سے اور اور طرح سے زور جور و ظلم کرتے ہی تھے مگر ایک صورت

Guardians interdicted to marry their minors.

له د جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں -

ہ- اور پاس نہ جاؤ مال یتیم کے مگر جس طرح بہتر ہو جب تک وہ پہونچے اپنی قوت کو ؛

و- اور سدھارتے رہو یتیموں کو جب تک پہونچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو اُن میں ہوشیاری تو حوالہ کرو اُن کے مال اور کھا نہ جاؤ اُن کو اُڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ بڑے نہ ہو جاویں اور جو کوئی غنی ہے تو چاہئے بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہے تو کھاوے موافق دستور کے ؛

ز- اور جو تمکو سناتے ہیں کتاب میں سو حکم ہے یتیم عورتوں کا (جن کو تم نہیں دیتے جو اُن کا مقرر ہے اور چاہتے ہو کہ نکاح میں لو) اور مغلوب لڑکوں کا اور یہ کہ قایم رہو یتیموں کے حق میں انصاف پر ؛

خاص اور رواج عام یہ بھی تھا کہ یتیم لڑکیوں سے شاید اُن کی نابالغی ہی کے زمانے میں نکاح بھی کر لیتے تھے اور اُس میں اُن یتیموں کی کئی طرح سے حق تلفی ہوتی تھی اور جبکہ اُن سے مقصود صرف اُن کا مال لینا ہوتا تھا ؁ تو حقوق زوجیت کی بھی رعایت نہیں کرتے تھے لہذا اُن لوگوں کو جن کی ولایت میں یتیم لڑکیاں تھیں منع کر دیا تھا کہ جن کے ولی ہوں اُن سے نکاح نہ کریں چنانچہ جس مقام سابقہ کا حوالہ اِس آیت کے الفاظ " وما یتلیٰ علیکم فی الکتاب " میں ہے۔ وہ یہ ہے فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب ؁ لکم من النساء مثنیٰ

؁ وکان الرجل منهم یضم الیتیمة الی نفسه ومالها وان کانت جمیلة تزوجها و اکل المال وان کانت ذمیمة عضلها عن التزوج حتی تموت فیرثها۔ مدارک التنزیل

صاحب تفسیر معالم التنزیل نے اپنی سند سے روایت کی ہے اخبرنا عبد الواحد الملیحی انا احمد بن عبد الله النعیمی انا محمد بن یوسف انا محمد بن اسمعیل انا ابو الیمان انا شعیب عن الزهری قال کان عروة ابن الزبیر یحدث انه سال عائشة رضی الله تعالیٰ عنها وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء قالت هی الیتیمة یکون فی حجر ولیها فیرغب فی جمالها ومالها ویرید ان یتزوجها بادنیٰ من سنة نسائها فنهوا عن نکاحهن الا ان تقسطوا لهن فی اکمال الصداق وامروا بنکاح من سواهن من النساء الخ ؞

؁ وقیل ان خفتم الا تقسطوا فی نکاح الیتامی فانکحوا من البالغات یقال طابت الثمرة ای ادرکت (مدارک)

وثلٰث وربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ہے

یعنی اگر تمکو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کر لینے سے ان میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح کر لو بالغ عورتوں سے دو دو تین تین چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابر نہ رکھو گے تو ایک ہی یا جن کے (یعنی جن یتیموں کے) تمہارے ہاتھ مالک ہو چکے (نکاح سے) +

چونکہ یہ ہر ایک صاحب شریعت و ناموس و اہل قانون کا دستور ہے کہ قانون کے خلاف جو صورتیں ظہور میں آچکتی ہیں ان کو اکثر تو بحال و برقرار رکھا جاتا ہے اسی طرح گو ان کو یتیموں یا نابالغوں سے نکاح کرنا (ان قباحتوں کے ظہور کی وجہ سے جن کا بیان ہوا ہے) منع کیا مگر جو یتیم لڑکیاں ان کی ملک نکاح میں آچکی تھیں ان کو ویسے رہنے دیا اور اسی آیت کے اخیر میں علاوہ اور تقیدوں کے پھر بھی ان ملک نکاح میں آئی ہوئیں یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف کی وصیت فرمائی ۔ وان تقوموا للیتٰمٰی بالقسط +

اب یہاں پر عموماً دو اعتراض وارد ہونگے ۔ (۱) یہ کہ ما ملکت ایمانکم سے لونڈیاں مراد ہیں (۲) یہ کہ اس تقریب سے جیسے ہم نے معنی لئے ہیں او بمعنی الا ہو جاتا ہے +

پہلے شبہ کا جواب تو ہم یہ دیتے ہیں کہ جبکہ ملک یمین کا اطلاق نکاح پر بھی ہوتا ہے اور نساء کے لفظ میں تو لونڈیاں بھی آگئیں اسلیئے اب مکرر اس لفظ سے لونڈیاں لینی فضول ہیں ۔ اور یہ تو بے عقلی کی بات ہے کہ حرف ما صرف غیر ذوی العقول کے لیئے آتا ہے اور لونڈیاں کچھ انوثیت کی وجہ سے اور کچھ خرید و فروخت ہونے

کی وجہ سے بہایم کی قسم میں ہیں کیونکہ اسی جگہ نساء پر بھی ما کا حرف آیا ہے "ماطاب لکم من النساء"۔ اور اس کے علاوہ خدا پر بھی یہی لفظ آیا ہے چنانچہ فرمایا ہے "ولا انتم عابدون ما اعبد"۔

اور دوسرے شبہ کا یہ جواب ہے کہ اولاً یہاں پر او بطریق تخییر بین المعطوفین ہے جیسا کہ اور جگہ بھی قرآن میں اسی صورت سے آیا ہے چنانچہ "ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک"۔ پس ایسے ہی اُن لوگوں کو جو اپنی ولایت کی یتیم لڑکیوں سے نکاح کر چکے تھے اختیار تھا کہ یا اُن کو رہنے دینے اور آیندہ کو پرہیز کرتے یا چلہتے تو انہیں سے کنارہ کرتے اور ثانیاً او استثنا کی صورت میں بھی تو آتا ہے چنانچہ نقر ۳۱ ع میں "ولا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ"۔

۸۔ ہر چند کہ کثرت ازدواج قانون قدرت اور نظام الٰہی کے خلاف نہیں اور بعضے ملکوں کی آب و ہوا کی تاثیر اور وہاں کے رہنے والوں کی طبیعت کا مقتضا اس کے جواز کا باعث ہے مگر عرب میں

Polygamy curtailed and restricted not on one side but on many sides.

یہ اکثار بھی بہت بے موقع اور حد کے درجہ پر تھا۔ اور چونکہ ازدواج کا معاملہ انسان کی تہذیب معاش اور حسن معاشرت میں بہت کچھ دخل رکھتا ہے لہٰذا اسلام نے اس میں بھی اصلاح ضروری تصور کی اور کلام الٰہی میں بڑی حکمت سے "فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث و ربٰع" میں کثرت ازدواج کے عدد کو بہت کم کر کے گھٹا دیا۔ اور نیز "فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ" میں عدالت

کی ایسی سخت اور مضبوط قید لگادی جو درحقیقت ہر ایک کو کثرت ازدواج پر جرأت نہ کرنے دیگی اور بعد اس کے خود تنزیل میں ایسی عدالت کے قایم نہ رکھ سکنے۔

اور اس کے قایم کرنے کی حرص کرنے پر بھی قاصر رہنے کا مذکور فرمایا ہے "ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ" [۱] (نساء)

اور آیت "ذلک ادنی ان لا تعولوا" میں اسی ممانعت کثرت ازواج پر حسب Polygamy discouraged تفسیر امام شافعی رح اشارہ پایا جاتا ہے

تفسیر بیضاوی میں ہے وفسر بان لا یکثر عیالکم۔ ولعل المراد بالعیال الازواج - اسی صورت میں اس آیت کے معنی یہ ہونگے کہ تمھاری بیبیاں بہت نہ ہوجاویں چنانچہ جس شخص کی عورتیں زیادہ ہوں تو کہتے ہیں اعال الرجل مگر اس محاورہ پر باب اعال یعیل سے تعیلوا ہونا چاہیئے۔ کہتے ہیں کہ حمیر کی زبان میں ایسا ہی بولتے ہیں یعنی تعولوا بمعنی تعیلوا۔ یہی تفسیر امام شافعی نے اختیار کی ہے اور طلحہ بن المطرف نے بھی اس آیت کو تفسیر کے طور پر تعیلوا بیان کیا ہے اور ایسے ہی طاؤس نے بھی۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے قال الشافعی ان لا یکثر عیالکم وما قالہ احد انما یقال اعال یعیل عالۃ اذا کثر عیالہ۔ وقال ابو حاتم کان الشافعی رضی اللہ عنہ اعلم بلسان العرب منا فعلہ لغۃ۔ ویقال

---

[۱] اور تم ہرگز عدالت یعنی برابری نہ رکھ سکوگے عورتوں میں اگرچہ اس کا شوق بھی کرو سو نرے پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک کو جیسے ادھر میں لٹکتی۔

هی لغت حمیر - قرء طلحة بن المطرف ان لا تعیلوا - وهی حجة لقول الشافعی رضوان اللہ +

اور تفسیر کبیر میں ہے نقل عن الشافعی رضی اللہ عنه انه قال ذٰلک ادنیٰ ان لا تعولوا" معناہ ادنیٰ ان لا یکثر عیالکم - + + ومن المشهور ان طاؤس کان یقرء ذٰلک ادنیٰ ان لا تعیلوا - اور نیز امام فخرالدین رازی نے اچھی طرح پر رد کیا ہے ان اعتراضوں کو جو بعضے مقلدین نے اِس بحث میں امام شافعی پر کیئے تھے (دیکھو تفسیر سورہ نساء آیت ۳) +

مسلمانوں ہی میں ایسے لوگ بہت کم ہونگے جو یہ سمجھتے ہونگے کہ اسلام نے کثرت ازدواج میں ایسی اصلاح فرمائی +

ساواری جو ایک فرانسیسی مترجم قرآن ہے سورہ نساء کے ذیل میں لکھتا ہے کہ "جب یہ آیت "فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدة" نازل ہوئی تو عرب کے لوگوں میں اکثر پاس آٹھ آٹھ اور دس دس عورتیں تھیں اور وہ اُن سے بدسلوکی سے پیش آتے تھے کثرت ازدواج کا ممالک مشرقی میں ہمیشہ دستور رہا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُسے گھٹا کر بہت کم کر دیا" انتہیٰ - اور ہمارے یہاں کی روایتیں بھی اسی کی موید ہیں - احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے روایت کی ہے - ان غیلان بن سلمة الثقفی لما اسلم وله عشر نسوة فی الجاهلیة فاسلمن معه فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم امسک اربعًا وفارق سائرهن - اور شرح السنة میں روایت ہے عن نوفل بن معاویة قال اسلمت وتحتی خمسة نسوة فسالت النبی صلی اللہ علیه وسلم

فقال فارق واحدۃ وامسک اربعاً لہ ‌‌*

ٹامس کارلائل ایک مشہور عالم محقق کا قول اس مقام پر نقل کرنا بیموقع نہ ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں اسلام کی میل الی الشہوات کی نسبت بہت کچھ تقریریں اور تحریریں ہوئی ہیں اور یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھکر ہیں۔ وہ پرانگیاں جو ہمکو قبیح معلوم ہوتی ہیں اور جنکی اجازت انہوں نے دی وہ خاص انکی ایجاد نہ تھیں انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم الایام سے مروج اور غیر معیوب پایا مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ کیا وہ یہ کیا کہ اُن کو روک دیا نہ صرف ایک ہی طرف سے بلکہ کئی پہلو سے (لکچر۲ صفحہ ۶۴ مطبوعہ ۱۸۵۲ء) *

۹- سورہ نساء کی ۳- آیت جو پچھلی دفعہ میں نقل ہوئی اور جسکی بحث ۷ دفعہ میں ہو چکی ہے چار عورتوں تک کے حکم میں بہت صاف ہے اور عورتوں

Concubinage discouraged.

میں آزاد اور غیر آزاد دونوں داخل ہیں۔ اور ہر ایک شخص جسکو یہودوں کے مسایل مخترعہ اور ایام جاہلیت کی رسم کی تقلید اور سبق ظن نہ ہو وہ قرآن کے لفظوں سے تو ایسا ہی سمجھیگا۔ چنانچہ جارج سیل مترجم قرآن (ممات ۱۷۳۶ء) نے مقدمہ کتاب

لہ یہ روایتیں مشکواۃ میں ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ غیلان کے پاس دس عورتیں تھیں تو نبی صلعم نے فرمایا کہ چار رہنے دو باقی کو جدا کر دو اور نوفل کے پاس پانچ تھیں ان سے بھی ایسا ہی کہا گیا *

نحمیا اور عوزیر نبیوں نے بھی اس قسم کے حکم دیئے چنانچہ جن یہودیوں نے خلاف توریت اجنبی عورتوں سے نکاح کر لیئے تھے وہ چھوڑوا دیئے (صحیفہ عزرا باب ۱۰ ورس ۱۱ و ۱۲ و ۱۹)

اور ذیل سورہ نسا میں ایسا ہی بیان کیا ہے کہ ازواج اور سراری یعنی بیبیاں اور لونڈیاں یہ دونوں اِس فیدا ربع میں محدود ہیں فقط مگراب رسم تو یہ پڑی کہ لونڈیوں کے واسطے کوئی تعداد ہی نہیں !! تاہم ہکو فقہا اور اہل الرائے کا اِس قدر شکر گذار ہونا چاہئے کہ اُنہوں سے آزاد عورت پر لونڈی کو جمع کرنا جائز نہیں کیا۔ امام ابو حنیفہ رح اسی کے قایل تھے مگر چونکہ اجتہادی بات قرار پائی اسلیئے اور علما شیعہ و سنی نے کچھ انکار کچھ اقرار کیا مگر آؤ ہم قرآن کو تو دیکھیں اُس میں کیا ہے۔ پانچویں پارہ کے شروع میں لکھا ہے۔

"ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات المومنات فمن ما ملكت ايمانكم من فتياتكم المومنات ۔ ۔ ۔ ۔ ذلك لمن خشي العنت منكم وان تصبروا خير لكم[۲]۔

اسمیں فتیات مومنات سے نکاح کی اجازت تو ہے مگر تین شرطوں سے

---

[۱] ان الاية صريحة في انحصار سبب الاباحة في القسمين المذكورين وهما الزواج وملك اليمين على سبيل انفصال الحقيقي اى اما زواج او ملك يمين بحيث لا يجتمعان ولا يرتفعان"۔

کنز الدقائق تفسیر آیات الاحکام - کتاب النکاح

(ذیل آیت والذین هم لفروجهم حافظون)

[۲] یعنی جس کو مقدور نہ ہو آزاد بیبیوں سے نکاح کرنے کا تو مسلمان لونڈیوں کو ملک نکاح میں لے آوے ۔ ۔ ۔ یہ اس کے واسطے جو کوئی ڈرے تکلیف میں پڑنے سے اور اگر صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں ۔

(۱) جبکہ آزاد عورت سے نکاح کا مقدور نہ ہو (۲) بے نکاح رہنے میں زنا میں پڑ جانے کا اندیشہ ہو[۱] (۳) وہ لونڈیاں مسلمان ہوں *

پہلی شرط سے تو وہ بات جاتی رہی کہ بیبیاں بھی ہوں اور لونڈیوں کا بھی ریوڑ بھرا جاوے اور تیسری شرط سے وہ بات جاتی رہی کہ لڑائی میں مشرک عورتوں کا گلا پکڑ لاسے اور آن پر تصرف کیا *

پس لونڈیوں سے نکاح کر لینے کا حکم کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہو سکتا بلکہ عین حکمت و مصلحت ہی تھا اور معہذا اسکی قباحتیں بہت واضح اور صاف ہیں

---

[۱] ولم یختلفوا فی ان ذلک راجع الی نکاح الاماء فکانہ قال فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات ذلک لمن خشی العنت منکم وھو الضرر الشدید المشاق - قال فبما رخص فیہ من مخالطہ الھنامی والله یعلم المفسد من المصلح ولو شاء الله لاعنتکم ای لشدد الامر علیکم والزمکم التمییز طعامکم من طعامھم لتلحقکم بذلک ضرر شدید - وقال وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ - ای احبوا ان نفعوا فی ضرر الشدید والمفسرین فیہ قولان - احدھما ان الشبق والشدید والغلمۃ العظیمۃ ربما یحملہ علی الزنا فیقع فی الحد علی الدنیا والعذاب العظیم فی الاخرۃ فھذا ھو العنت *

والثانی ان الشبق الشدید والغلمۃ عظیمۃ قد یتادی الی اختناق الرحم واما فی حق الرجال فقد یتادی الی اوجاع الورکین والظھر والاکثر علی الوجہ الاول لانہ ھو لایق ببیان القرآن * تفسیر کبیر

اسی لیئے ضرورت شدید اور ناچاری کا یہ علاج ہی تھا ۔

امام فخرالدین رازی اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں الآیۃ دالۃ علی التحذیر من نکاح الاماء وانہ لا یجوز اقدام علیہ الا عند الضرورۃ والسبب فیہ وجوہ[1] ۔ فلھذہ الوجوہ ما اذن اللہ فی نکاح الامۃ الا علی سبیل الرخصۃ ۔

مگر پھر بھی کلام الٰہی میں یہی حکم ہے کہ ان تین شرطوں کی رعایت پر اگر لونڈیوں سے نکاح نہ کیا جاوے تو بہتر ہے "وَاِنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ" تفسیر کبیر میں ہے (مسئلہ) المراد ان نکاح الاماء بعد رعایۃ الشرائط الثلثۃ اعنی عدم القدرۃ علی التزوج بالحرۃ وخوف العنت وکون الامۃ مومنۃ الاولی ترکہ لما بینا من المفاسد الحاصلۃ فی ھذا النکاح ۔ اور تفسیر مدارک التنزیل نسفی میں ہے وصبرکم عن نکاح الاماء متعففین خیر لکم لان فیہ ارقاق الولد ولانھا خراجۃ ولاجۃ ممتہنۃ مبتذلۃ

---

[1] لونڈیوں سے نکاح کی مضرتوں میں پانچ وجہیں امام رازی نے لکھی ہیں جنکو ہمنے متن میں چھوڑ دیا ہے ۔ اُنکا خلاصہ یہ ہے (۱) جو اولاد ہوگی وہ بھی رقیق ہوگی (۲) وہ لونڈی باہر نکلنے پھرنے اور غیروں سے میل جول رکھنے میں ناشایستہ ہو جاویگی (۳) اُس لونڈی کے مالک کا حق اُس پر اُسکے شوہر سے زیادہ ہے پس وہ اپنے شوہر سے باخلاص نہیں مل سکتی (۴) اگر اس کا مالک اُسکو کسی اَور کے ہاتھ بیچ ڈالے تو یا تو نکاح ٹوٹ جاویگا یا مالک جدید کہیں کا سفر کرے تو وہ ساتھ جاویگی بہرحال شوہر کو بڑی مضرت پہونچیگی (۵) اگر اُسکا مہر مقرر ہوا ہوگا تو اُسے اختیار نہ ہوگا کہ مہر بخش دے ان وجوہ پر نسی بھی آتی ہے اور رونا بھی ۔

وذلك کلہ نقصان یرجع الی العالم ومہانتہ والعزۃ من صفات المومنین
وفی الحدیث الحرائر صلاح البیت والاماء ھلاک البیت ۔

۱۰۔ یہاں پھر فوراً یہ اعتراض پیش ہونگے کہ جب لونڈیوں کی اولاد میں ایسی ذلت اور اہانت ہے تو کیا گمان کیا جاوے ان بزرگوں کے حق میں مثلاً حضرت اسمعیلؑ جو ہاجرہ سے تھے حضرت ابراہیم بن النبی جو ماریہ قبطیہ سے تھے۔ یا محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا شہربانو رضی اللہ عنہا مادر ائمہ اہلبیت تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ کو لونڈی سمجھنا بے وجہ ہے وہ کسی طرح پر لونڈی نہیں ہو سکتیں۔ عوام یہود تو ضرور اس امر میں تعصب کرتے ہیں اور مسلمانوں کی روایتیں اس امر خاص میں اس وجہ سے اعتبار کے قابل نہیں کہ اصل لفظ اصحاب یا ائمہ نے ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کچھ ہی فرمایا ہو مگر چونکہ راویوں کی عقل اور دماغ میں ملک یمین سمارہا ہے اور یہود نے بھی ایسا مشہور کر رکھا ہے پس وہ خواہ مخواہ روایت بالمعنی میں لفظ جاریہ یا ملک یمین ہی کہیں گے۔ مگر یاد رہے کہ ربانیین یہود کی روایتیں اس مضمون کی ہیں کہ ہاجرہ فرعون کی بیٹی تھیں اور اس نے ابراہیم علیہ السلام کی کرامت اور بزرگی دیکھ کر ان کو انھیں دیا تھا۔ (دیکھو کتاب برشیث ربا ۔ ۵۱) علاوہ ازیں جن عورتوں کی نسبت کتب عہد عتیق میں لکھا ہے کہ حرم تھیں (جیسے ہاجرہ) تو وہ لفظ فقہ کی اصطلاحی ملک یمین کے ہم معنی نہیں ہے وہ تو شرعی بیبیاں تھیں جو حقوق زوجیت میں پہلی بی بی کے برابر ہوا کرتی تھیں۔ فرق اتنا ہی تھا کہ انتظام خانہ داری میں پہلی ہی بی بی کو دخل رہا کرتا تھا۔ اور اگر یہ دوسری بی بی جو حرم کہلائی پہلے خادمہ تھی تو بعد نکاح بھی بدستور خدمت کرتی رہتی تھی (دیکھو تفسیر ہارن جلد ۳ صفحہ ۱۰)

اور ماریہ قبطیہ سے حضرت ابراہیم بن النبی کا پیدا ہونا ایسا تاریخی واقعہ اور قطعی مثال نہیں ہے جس سے وہ ذلت اور خرابی لازم آوے جو اولاد ام ولد میں لازم آتی ہے کیونکہ (۱) ماریہ

Maria the coptic was not a concubine rather an imaginary personage.

تین عورتوں کا نام روایتوں میں ہے اور یہ تینوں یا دونوں خادم النبی کہلاتی ہیں - ابن حجر عسقلانی نے تین نام لکھے ہیں - ابن مندہ نے ایک ماریہ جسکی کنیت ام الریاب ہے اور دوسرے ایک اور ماریہ خادم النبی الگ الگ لکھی ہیں اور ان سے روایت کی ہے مگر ابونعیم نے دونوں کو ایک کردیا ہے اور ماریہ قبطیہ ہنوز علیحدہ ہیں - ایسے اختلافوں سے ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ کیا تھا (۲) یہ بھی قطعی نہیں کہ ماریہ کے پیٹ سے ابراہیم بن النبی پیدا ہوئے ہوں - علی ابن الحسین جنید الرازی نے اپنی تاریخ میں ابراہیم کو بطن خدیجہ سے لکھا ہے اور ماریہ کا ذکر بھی نہیں کیا اور ابن مندہ نے لکھا ہے " واستسرے جاریۃ قریظیۃ فولدت لہ ابراھیم " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کسی قید کی ہوئی لونڈی یہود قریظیہ سے پیدا ہوئے تھے - (۳) ماریہ کی بعض مخصوص رعایتیں از قسم ضرب حجاب وغیرہ جو روایتوں میں ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ ماریہ سے لونڈیوں کی طرح پیش نہیں آیا جاتا تھا بلکہ بیبیوں کی طرح (۴) ایک عیسائی بادشاہ کا ایک نبی کو دو چھوکریاں تحفہ میں بھیجنی محض خلاف قیاس اور تعجب انگیز ہے (۵) ماریہ قبطیہ از قبیل عامہ اماء نہیں ہوسکتیں وہ کسی لڑائی میں قید نہیں ہوئیں اور نہ وہ خریدی فروخت ہوئیں بلکہ ہدیہ

میں آنے سے پیشتر مسلمان ہو چکی تھیں (دیکھو ابن سعد کی روایت کتاب الاصابہ میں) ان وجوہ پر نظر کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بعید نہیں ہے کہ ماریہ ایک خادمہ ہونگی اور انھیں کی کنیت بھی اُمّ الرباب ہوگی اور اسی کو ابن سعد وغیرہ نے اپنے خیال سے کہدیا کان یطاھا بملک یمین +

زیادہ تعجب کی چند وہ غیر صحیح روایتیں ہیں جنکو اصحاب صحاح نے روایت نہیں کیا مگر اور لوگوں نے روایت کی ہے کہ نزول سورۃ تحریم کا سبب ماریہ قبطیہ کو ایک مرتبہ حرام کر لینا تھا +

That a Chapter of the Koran was revealed in the affair of Maria the coptic is utterly wrong.

یہ روایت جیسا کہ ظاہر ہے سخافت اور اساوت ادب سے خالی نہیں ہے مگر ہمکو نقلاً بھی اُسکی صحت میں کلام ہے (۱) اِس وجہ سے کہ عماید اہل صحاح مثل بخاری و مسلم صاحب الصحیحین نے اس قصہ کی روایت نہیں کی اور ان کا باوجود ضرورت اور حاجت کے اِس قصہ کو طرح دینا اُسکی بے اعتباری کی دلیل ہو سکتا ہے۔ (۲) اُنھیں اہل صحاح نے اِسی سورہ تحریم کی شان نزول میں نہ صرف یہی کیا کہ اِس قصہ کو باوجود احتیاج چھوڑ دیا ہو بلکہ اسکے معارضہ میں ایک اور ہی سبب یعنی تحریم عسل کی روایت کی ہے (۳) تحریم ماریہ کی سب روایتیں اخبار احاد ہیں (۴) معنعن ہیں (۵) بعضی مرسل بھی ہیں (۶) کوئی بھی اِن میں سے مرفوع نہیں اور ایسی روایتوں سے گو فقہی احکام کا استنباط ہوا کرے مگر قطعیت واقعہ اور تاریخی حالات کے ثبوت میں یہ اخبار بالکل غیر مفید عام ہیں +

اب ہم اِس میں تھوڑی سی قدح تفصیلی بھی کرتے ہیں (۱) نسائی نے جو

انس سے روایت کی ہے اسمیں ماریہ کا نام نہیں (کانت له امة يطأها فلم يزل به حفصة وعائشة حتى حرمها) پس کچھ مفید نہیں (۲) طبری نے زید بن اسلم تابعی سے روایت کی ہے مگر اس روایت میں قطع نظر اس سے کہ ام ابراہیم کی کُنیت میں اختلاف ہے ایک بڑا نقص یہ ہے کہ وہ روایت مرسل ہے اور اسی لیئے ضعیف ہے۔ علامہ سیوطی نے تدریب الراوی شرح تقریب النواوی میں لکھا ہے۔ ثم المرسل حديث ضعيف لا يحتج به عند جماهير المحدثين كما حكاه منهم مسلم في صدر صحيحه وابن عبد البر في التمهيد وحكاه حاكم بن مسيب ومالك والشافعي وكثير من الفقها واصحاب الرسول والنظر للجهل بحال المحذوف لانه يحتمل ان يكون غير صحابي واذا كان كذلك فيحتمل ان يكون ضعيفا وان اتفق ان يكون المرسل لا يروى عن ثقة فالتوثيق مع الابهام غير كاف كما سياتي ولانه اذا كان المجهول المسمى لا يقبل فالمجهول عينا وحالا اولى۔

(۳) طبرانی اور ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے معنعن روایت کی ہے جس میں تحریم ماریہ کا ذکر ہے مگر وہ خبر معنعن ہے اور وہ ویسی ہی غیر معتبر ہے جیسی مرسل (۴) طبرانی کی ایک اور روایت میں طریق الضحاك عن ابن عباس الخ ہے اور ضحاك كثير الارسال ہے اور اسکی روایت ابن عباس سے بلا واسطہ نہیں ہے قال الزين العراقي والضحاك لم يسمع من ابن عباس۔ اور علامہ سیوطی نے اتقان فی علوم القرآن میں لکھا ہے وطريق ضحاك بن مزاحم عن ابن عباس منقطعة فان الضحاك لم يلقه۔ پس روایت منقطع غیر صحیح ہے (۵) سعید

بن منصور نے ابی مسروق اور حضرت عمر رض سے جو روایت کی ہے اس میں ماریہ قبطیہ کا نام نہیں اور وہ روایتیں معنعن ہیں۔ پس ضعیف ٹھیرینگی اور نیز اصل راویوں نے اپنا ماخذ نہیں بیان کیا +

ایک تالیف جدید میں قصہ تحریم ماریہ کے ثبوت میں بڑا اہتمام کیا گیا مگر حاصل کچھ نہیں ہوا۔ صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے باب "لم تحرم ما احل الله لك، عن سعید بن جبیر انه اخبره انه سمع ابن عباس یقول اذا حرم امراته لیس بشیء وقال لکم فی رسول الله حسنة۔ قال الشارح واشار ذلك الی قصة ماریه" تھے۔ مگر اس میں سارا زور و شور مشتمل کو شارح کے قول پر ہے مگر وہ شارح کا صرف خیال ہے ممکن ہے کہ تحریم عسل کی طرف اشارہ ہو +

دوسری روایت اُنھوں نے نقل کی روی النسائی عن سعید بن جبیر ان رجلا سال ابن عباس فقال انی جعلت امراتی علی حراما فقال کذبت لیست علیك الحرام ثم تلی یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ

مگر اس میں تو قصہ ماریہ کا کہیں سان و گمان بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ ابن عباس رض نے اس میں عموم لفظ قرآن سے استدلال کیا۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ سبب بھی خاص وہی ایک ہو۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں اختلف اهل الاصول هل العبرة لعموم اللفظ او بخصوص السبب والاصح عندنا الاول وقد نزلت آیات فی اسباب واتفقوا علی تعدیتها الی غیر اسبابها الخ +

اب ان روایتوں کے سوا اگر اور کوئی شناس قصہ باطل کی پیش ہو گی تو

تو اس میں بھی اُنہیں ضوابط اور قواعد سے نظر کی جاویگی ۔

اور والدہ محمد بن حنیفہ کی مثال بھی بالکل غلط ہے کیونکہ وہ لونڈی نہ تھیں اور نہ اُن پر حضرت علی رضہ نے لونڈی کے طور پہ تصرف کیا چنانچہ سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی تصنیفات میں صاف لکھا ہے "لم یستبحہا بالسبی بل نکحہا ومہرہا" ۔

اور حضرت شہربانو بھی ملک یمین نہیں تھیں بلکہ وہ مدینہ میں آتے ہی قید سے رہا ہوگئیں تھیں دیکھو مناقب ابن شہراشوب اور بحارالانوار کی ۱۴ جلد ۔

Islam elevated and improved the state of female sex.

(۱۱) عورتوں کے حق میں آزادی بہبودی تہذیب اور عفت لباس احترام (سورہ نور) اور اُن سے گفتگو میں ادب (ولا تواعدوھن سرا الا اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا - ۲ ح) کے احکام جاری کیئے اور ایسے [illegible] انکی حالت کے موافق اور مناسب صادر کیئے جو حکماء سابقین سے نہ ہو سکے تھے اور ایسے ایسے احکام جن کو بجز اُس خالق حقیقی کے جو مرد اور عورت کی فطرت اصلی سے واقف اور انکا بنانے والا ہو اور کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا ۔ جو بد رسمیں اور قبیح رواج عورتوں کی نسبت تھے اور جو کچھ اُن کے حق میں ظلم و زیادتی مردوں کی طرف سے ہوا کرتی تھی ان سب باتوں کی اصلاح کی ۔ جاہلیت کی بدرسموں میں سے ایک یہ رسم عام تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اُسکی سب بیبیوں کا جبراً اور کرہاً وارث ہوا کرتا تھا اور اُن سے نکاح بھی کر لیتا تھا مگر ان سب قبیح اور مکروہ دستوروں

کو قطعاً موقوف کیا ۔

"یا ایہا الذین اٰمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النسآء کرھا" اور "ولا تنکحوا ما نکح اٰباءکم من النساء الا ما قد سلف انه کان فاحشة ومقتا وساء سبیلا" (نساء)

ایک مقام پر آنریبل ولیم میور صاحب اپنی کتاب سیرت محمدی (جلد ۳ صفحہ ۳۰۳) میں اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ایک امر خاص میں محمد صلعم نے عورتوں کو ایک سخت اور ناگوار قبلحت سے چھڑایا وہ یہ تھی کہ بیٹا اپنے باپ کی بیبیوں کا وارث ہوا کرتا تھا ۔

یہ رسم جبکہ قدیم سے ہوتی آئی تھی اُس وقت میں بھی اسکی ایک مثال ہے یعنی زید بن آمر بن نفیل اور حضرت عمر ابن خطاب بن نفیل باہم چچیرے بھائی اور ایک حساب سے چچا بھتیجے تھے یعنی آمر نے اپنے باپ کی بیوہ جیدہ سے نکاح کیا اور اُس سے زید ہوا جو آمر کا بیٹا اور نفیل کی بیوی کا بھی بیٹا ہوا (ایضاً جلد ۲ صفحہ ۵۲) جو جو ایسی صورتیں ہوئیں اور جو اور بھی اس وقت موجود ہونگی وہ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ کے حکم میں ہیں بنی اسرائیل بھی ایسا کر بیٹھتے تھے ۔ (۲ صمو $\frac{16}{22}$)

۱۲ ۔ عورت کو قرآن نے جملہ حقوق اور اختیارات میں مردوں کے ہم مرتبہ اور تمام قابلیتوں میں مردوں کے مساوی قرار دیا ہے ۔

"ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف[۱]" (رجلد ۱)

---

[۱] عورتوں کا بھی حق ہے جیسا اُن پر حق ہے موافق دستور کے (بقرہ ۲۸)

"للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن[1] (نساء ع ۵)

بجز ایک قدرتی فوقیت کے جو صانع مطلق نے مرد کو عورت پر دی ہے

الرجال قوامون علی النساء[2]" (۵ ح ۳ ع)

وللرجال علیہن درجۃ[3]" (بقرہ ۲ ح ۲۸ ع)

عورتوں کے حقوق کے باب میں قدیم رسوم سے قطع نظر کرکے صرف انگلستان کے قانون کو دیکھا جاوے کہ ان لوگوں نے باایںہمہ اصلاح وتہذیب عورتوں کے حق میں کیسے جور اور حیف کو جایز رکھا ہے اور مردوں کی خودرائی کے تابع کر دیا ہے۔ نکاح کے بعد بہت سے احکام میں عورت کی ذات ہی نہیں قایم رہتی وہ گویا اپنے شوہر میں مستہلک ہوگئی وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی اور اسکی ذاتی جائداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ بھی شوہر کی ملک میں آتی ہے اور اسے اختیار ہوتا ہے جیسے چاہے اسے صرف کرے۔ عورت کو اتنا بھی حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لیئے ضروریات خرید کرلے یا منگوا بھیجے۔ گو مرد پر نان نفقہ عورت کا واجب ہے مگر رسم انگلستان میں اسکی تعمیل کرا پانے کا کوئی صاف ذریعہ نہیں ہے اور نہ عورت کو روٹی کپڑے کی نالش کرسکنے کا حق ہے مگر کچھ ضمنی صورتیں نکالی گئی ہیں۔ اور نیز بہت سے مدارج بدسلوکی اور اذیت کے ایسے ہیں جن کا کچھ چارہ نہیں

---

[1] مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے ۔ (ح ۵)

[2] مرد حاکم ہیں عورت پر ۔

[3] مردوں کو عورتوں پر درجہ ہے ۔

نہ عورت کی کوئی فریاد سُنتا ہے نہ عدالت کچھ کر سکتی ہے۔ گو عورت اپنے شوہر سے مفارقت کرکے عرصہ سے الگ رہے مگر جو کچھ جایداد وہ حاصل کرے گی وہ شوہر ہی کی ہوگی اگر عورت پیشتر سے کچھ بندوبست نہ کرے تو عورت کا وہ مال و اسباب جو اس نے ایام مفارقت میں حاصل کیا ہے اُسکے شوہر کے قرضخواہ اُس سے لے سکتے ہیں۔ مرد کو اپنی کل جایداد کا اختیار حاصل ہے چاہے وہ اپنے حین حیات غیروں کو دے جاوے عورت کو کچھ نہیں مل سکتا۔ جب ایسے دستور جاری ہوں اور مرد تنگ مزاج اور رسوم کی ناک ہو تو عورت کی بڑی حق تلفی ہوتی ہے۔ علاوہ ازین بعضی باتوں میں عورتوں کی رعایت اور مردوں کی حق تلفی بھی ہے۔ جرایم سنگین میں تو نہیں مگر اور جرموں میں اگر عورت اور مرد دونوں اس کے مرتکب ہوئے ہوں تو عورت سزایاب نہ ہوگی احسان کی وجہ سے عورت کو یہاں تک پروانگی ہے کہ زنا کی سزا سے بھی محفوظ ہے !! اور اگر عورت اپنے شوہر کا کیسا ہی مال و متاع لے جاوے تو اکثر صورتوں میں تو دونوں میں سے ایک بھی سزا نہ پاوے۔ غرض یہ سب افراط اور تفریط کے بے موقع قانون ہیں جنکی مہذب قومیں پابند ہیں گو اب اس کے ابطال کے لیئے بہت کچھ زور مارتی ہیں اور اُسکی شناعت اور قباحت رفع کرنے کو حیلے بھی پیدا کئے ہیں مگر وہ امیروں کے لیئے۔ اوسط اور ادنے درجہ کی قومیں اُن سے محروم ہیں البتہ اسکاٹلنڈ کے قانون بعض باتوں میں کچھ معقول ہیں مگر پھر بھی سب کے سب احکام الٰہی اور وحی کی اصلاح کے محتاج ہیں ؛

۱۳۔ تمام ممالک ایشیا میں خصوصًا یہودیوں اور یونانیوں میں نکاح ایک قسم کی خرید و فروخت کا معاملہ ہوتا تھا کہ بیاہ کرنے والا لڑکی کے باپ کو ایک رقم معین

دیتا تھا (پیدایش ۳۴ و ۱۲- ۱سمول ۱۸ و ۲۵- اور موسیٰ نبی نے اپنی بیوی پندرہ روپیہ اور ڈیڑھ سمر جو کو خریدی تھی ۳ہ) اور اب تک بھی یہ رسم ڈروس ترک اور ملک ہاوران کے عیسائیوں اور بعض اعراب میں ہے مگر قرآن نے نکاح ایک عقد قرار دیا جو طرفین کے اختیار اور رضامندی سے ہوتا ہے اور زر مہر عورت کے باپ کو نہیں ملتا بلکہ خود عورت کا حق ہوتا ہے ۔

"وآتوا النساء صدقاتهن نحلة" ۱ہ (نساء ع)

"فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن فريضة" ۲ہ (نساء ۴ ع)

بعضے اعتراض کرنیوالوں نے لفظ اجور پر اک گونہ تعریض کی ہے گویا اس کو نامناسب لفظ سمجھے مگر درصل اس میں اشارہ ہے اس پر کہ زر مہر عورت کا اجر ہے جس کی وہ مستحق ہے نہ کہ اسکی قیمت جو اس کا باپ لیلے ۔

Social affection and comfort of domestic life.

۷ہ قرآن نے عورت اور مرد کی باہمی گزران میں کمال عدالت اور محبت کو برابر قایم رکھنا ضرور قرار دیا ہے اور مہر کا تقرر اور نکاح فسخ ہونے کی صورت میں واجب الادا اور ناقابل نقصان ہونے کی وجہ سے عورت کو خوش دل مطمئن رہنے اور مرد کو اس کا نیازمند اور محتاج الیہا ہونے اور ہمیشہ کو ملے رہنے کی تدبیر کردی- اتحاد زوجین کی برکت اور مسرت اور اس کے نتیجہ میں حسن معاشرت کی حالت سے قرآن خوب واقف ہے ۔

۱ہ اور دے ڈالو عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے ۔

۲ہ پھر جو تم کام میں لائے اُن عورتوں میں سے ان کو دو اُنکے حق میں جو مقرر ہوئے ۔

"وخلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ"[۱] (روم ۳ ع)

اور پھر اسی طمانیت اور محبت نرم دلی کو جو باہم زوجین میں ہونی چاہیئے ایک دائمی اور غیر قابل انتزاع اور لازوال اور غیر لائق انفصام تشبیہ میں بیان فرمایا ✦

"ھن لباس لکم وانتم لباس لھن"[۲] (بقر ۱۸۲)

اور چونکہ اصلی غرض تجویز نکاح سے اقامت تدبیر منزل اور تعاون باہمی انتظام خانہ داری اور تحصین فرج ہے اور یہ باتیں بغیر دائمی نکاح اور آپسمیں مثل لباس ایک دوسرے کے محتاج رہنے اور ملے رہنے کے نہیں ہوتیں اس لیئے ضرور ہوا کہ فطرت کی راہ سے اُن میں باہم مودّت اور رافت خلق کیجاوے ؛ یہ سب مصلحتیں جو نکاح کے دائمی قایم رکھنے میں خیال میں آسکتی ہیں ان دو لفظوں میں بیان کی ہیں

"محصنین غیر مسافحین"[۳] (نساء)

اس جملہ کی پہلی خبر محصنین میں تمام حکمتیں اور بھلائیاں جو نکاح سے متصور ہیں داخل ہیں اور جزو دوم غیر مسافحین میں تمام قباحتیں جو چند روزہ نکاح اور غیر منضبط طریق سے باہم معاشرت کرنے سے پیدا ہوتی ہیں منع کردی گئیں ۔ درحقیقت یہ فقرہ

---

[۱] بنادی تم کو تمہاری قسم سے جوڑی کہ چین پکڑو اُن کے پاس اور رکھا تمہارے بیچ پیار اور مہر ✦

[۲] وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو اُن کی ✦

[۳] قید میں آنے کو نہ مستی نکالنے کو ✦

عجب جامع اور مانع ہے اور اسمیں ثبات اور نفی سے تمام حکمت منزلی کے مصالح اور مفاسد سکھلادئے ہیں ۔

۱۵- جبکہ اس بیان سے نکاح کی مصلحتیں معلوم ہوئیں تو اسکی مقتضا سے طلاق کی مانعت بھی (الا بعض ناگزیر حالتوں **Divorce discouraged.** میں) ثابت ہوئی کیونکہ برابر نکاح اور طلاق کی رسوم جاری رکھنے میں صرف عورتوں سے لذت حاصل کرنی ہے حالانکہ اسلام نے نکاح کی اصل علت محصنین قرار دی ہے کہ مسافحین۔ پھر جبکہ نکاح کی بناء تعاون پر ہے۔ اور مرد وعورت باہم باعث اطمینان اور ایک دوسرے کے مددگار دینی اور دنیاوی باتوں کے ہوئے (جیسا کہ لباس کی تشبیہ سے ظاہر ہے) تو پھر جب طلاق کی رسم نکلی تو یہ بات جاتی رہی۔ علاوہ ازین اس رسم سے دونوں کے دلوں پر اس عقد اور نظم کی عظمت بھی جاتی رہتی ہے ایک کو دوسرے پر اطمینان اور اعتماد نہیں رہتا باہم کا اخلاص اور نیاز جاتا رہتا ہے دلوں میں نفاق پیدا ہو جاتا ہے اور طلاق کے اندیشہ میں خیانت اور اضطراب اور تربیت اولاد میں بالکل بے ترتیبی اور اصلاح منزل میں ابتری پڑجاتی ہے اور جہاں جہاں قرآن مجید مین نکاح کا ذکر اور زنا سے مانعت ہے انھیں مقامات میں ان سب قباحتوں پر بھی اشارہ ہے ۔

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں (صفحہ ۳۲۵)

اعلم ان فی اکثار من الطلاق وجریان الرسم بعدم المبالاۃ بہ مفاسد کثیرۃ وذلک ان ناسا ینقادون لشھوۃ الفرج ولا یقصدون اقامۃ تدبیر المنزل ولا التعاون فی الارتفاقات ولا تحصین الفرج۔ وانما مطمح

ابصارهم التلذذ بالنساء وذوق لذة كل امراة فيهيجهم ذلك الى ان يكثروا الطلاق والنكاح - ولا فرق بينهم وبين الزناة من جهة ما يرجع الى نفوسهم - ولا تميزوا عنهم باقامة النكاح والموافقة لسياسة المدينة وهو قوله صلے الله عليه وسلم لعن الذواقين والذواقات وايضاً ففي جريان الرسم بذلك اهمال التوطين النفس على المعونة الدائمة او شبهه الدائمة وعسٰے ان فتح هذا الباب ان يضيق صدره وصدرها في شيء من محقرات الامور فيندفعان الى الفراق - واين ذلك من احتمال اعياء الصحبة والاجماع على ادامة هذا النظم وايضاً في اعتيادهن بذلك وعدم مبالاة الناس به وعدم حزنهم عليه يفتح باب الوقاحة - وان لا يجعل كل منهما ضرر الاٰخر ضرر نفسه وان يخون كل واحد الاٰخر - يمهد لنفسه ان وقع الافتراق - وفي ذلك ما لا يخفٰى ؎

۱۶- طلاق کی رسم تو یہودیوں میں عام اور بکثرت تھی اور موسوی شریعت میں اسکو شاید مطلقاً جایز کر دیا تھا - حتے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اُسکا عذر کرنا پڑا (متی ۱۹/۸) - حضرت مسیح سے کچھ پیشتر نکاح کے باب میں فقہا و یہود میں دو مذہب ہو گئے تھے شماعی اور اوس کے مقلدوں کی یہ رائے تھی کہ صرف فعل قبیح کے ارتکاب پر یا فاحشہ مبینہ پر طلاق دی جاوے اور ہلل اور اسکے مقلدین کا یہ مذہب تھا کہ ادنٰی سی خطا پر بھی عورت کو طلاق دیدینی چاہئے اُن لوگوں کا یہ قول تھا کہ اگر کسی کو اپنی عورت بُری معلوم ہو تو اُسے نکال ڈالے (استثنیات ۲۴ و ۱)

ربی عتبہ کہتا ہے کہ اگر کوئی مرد کسی عورت کو اپنی عورت سے خوب صورت پاوے
تو اپنی عورت کو نکال دے کیونکہ لکھا ہے کہ اگر وہ اسکی نظر میں اچھی نہ معلوم ہو الخ۔
قرآن صریح اسکے خلاف کہتا ہے "فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئا
ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا" لے (نساء ع) معلم ہلل کہتا ہے کہ اگر کسی کی عورت
اپنے شوہر کا کھانا بہت نمک ڈال کے خراب پکا دے یا اُسے زیادہ بھون دے
تو وہ عورت طلاق دیکر دیجاوے مگر قرآن کہتا ہے "لا تدری لعل اللہ یحدث
بعد ذالک امرا" لے (طلاق)
یورپ کے ملکوں میں رومن کیتھلک مذہب کی رو سے تو جیسا کونسل آف
ٹرینٹ سنہ ۱۵۶۳ء میں قرار پایا زنا کے بعد بھی طلاق نہیں ہو سکتی۔ انگلستان وغیرہ ملکوں
میں جب سے اصلاح ہوئی ہے تب سے قاعدہ طلاق میں کچھ تبدیلی ہوئی ہے نیویارک
میں صرف زنا پر طلاق ہوتی ہے اور اور ملکوں میں زنا پر اور نہایت ظلم سے بدسلوکی پر
اور قصداً مفارقت اختیار کرنے پر اور عرصہ دراز تک نامعلوم غایب رہنے پر بھی طلاق

لے پھر اگر وہ تمکو نہ بھاویں تو شاید تمکو نہ بھاوے ایک چیز اور رکھے اللہ اس میں بہت خوبی ٭
والمعنی فان کرھتموھن فلا تفارقوھن بکراھۃ الانفس وحدھا فربما کرھت
النفس ما ھو اصلح فی الدین واولی الی الخیر واحب ما ھو بضد ذالک ولکن النظر
فی اسباب الصلاح وانما صح قولہ فعسیٰ ان تکرھوا جزاء للشرط لان المعنی فان
کرھتموھن فاصبروا علیھن مع الکراھۃ فلعل لکم فیما تکرھون خیرا کثیرا
لیس فیما تحبونہ۔ مدارک التنزیل نسفی ٭
لے اسکو خبر نہیں شاید اللہ نکالے اسکے پیچھے کوئی کام ٭

ہوتی ہے اور انگلینڈ میں طلاق کا باعث زنا اور ایذارسانی ہی ہوتا ہے اور اسکاٹلنڈ
میں زنا یا قصداً چھوڑکر چلے جانے سے طلاق ہوجاتی ہے۔ انگلستان میں
قانون وکٹوریا جاری ہونے سے پہلے ایسی عورت کے لیئے جسے اس کے خاوند نے
قصداً چھوڑدیا ہو چارہ جوئی اور دادرسی کی سبیل نہ تھی۔ اب ایسی صورت میں عدالت
افتراق ہوجاتا ہے اور اگر مفارقت کے ساتھ زنا بھی ہم ردیف ہو تو طلاق بھی ممکن ہے

۱۷۔ قرآن نے مرد کو کبھی اختیار نہیں دیا کہ بلا وجہ شدید اور بغیر پیشتر کی اطلاع
کے دفعۃً واحدۃً اور مطلقاً اور فوراً اور
بلا کسی شرط کے طلاق دیدے اور معاشرت

Texts of the Koran discouraging divorce.

اور تمدن کی خوبی اور خوشی اور برکت کو اپنی تنگ مزاجی یا شکر رنجی سے کھو ڈالے
اور برباد کردے۔ میں یہاں چند اشارے کلام مجید سے طلاق کی ممانعت پر نقل
کرتا ہوں ؛

(۱) وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئاً
ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً (نساء ۳ ع)

یعنی گزران کرو عورتوں کے ساتھ اخلاق سے پھر اگر تمکو وہ بری معلوم ہوں
تو (اس پر صبر کرو اور ان کو جدا نہ کرو) شاید تم کو پسند آوے کوئی چیز مگر خدا نے اسی میں
اصلاح اور خیر اور برکت رکھی ہو۔ دیکھو تفسیر مدارک مندرجہ دفعہ سابق ؛

(۲) وبعولتھن احق بردھن فی ذالک ان ارادوا اصلاحاً (بقرہ ۲۸ ع)
یعنی عدت کے زمانہ میں انکے خاوندوں کا حق ہے ان کا پھیر لینا اگر چاہیں
صلح کرنی۔ اسمیں ترغیب ہے اس پر کہ ملے رہنے میں اصلاح ہے اور الگ

ہوجانے میں فساد ۔

(۳) لا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الآیۃ (بقرہ ۲۹ع)

یعنی تمکو حلال نہیں کہ لے لو کچھ اپنا دیا ہوا عورتوں کو الخ اِسکو ملاؤ اس آیت سے جہاں مہر کو قنطار کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی ڈھیروں بلا تعداد پس اس میں بھی مصلحت ہے کہ جب زر مہر سے کچھ بھی لے لینا حرام ٹھیرا اور ادھر مہر کی کوئی حد نہیں رکھی تو یہ اسی ممانعت طلاق کا بندوبست ہے ۔

(۴) فان طلقہا فلا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ فان طلقہا فلا جناح علیہما ان یتراجعا ۔ یعنی اگر کوئی تیسری بار بھی طلاق دیدے تو پھر وہ اس پر حلال نہیں ہوسکتی مگر اس صورت میں کہ وہ عورت کسی اور سے نکاح کرلے اور پھر شاید وہاں سے ایسی ہی نا اتفاقی ہوکر طلاق تک نوبت آوے تب ہو سکتا ہے اسمیں ہمیشہ حرام ہوجانے کی دھمکی اسی ممانعت طلاق کی تدبیر ہے۔ اور جب ایسی ایسی تحریریں اور تدبیریں منع طلاق کی ہیں تو دوسری جگہ سے طلاق کیوں ہونے لگی تھی ۔

(۵) زید نے اپنی بی بی کو طلاق دینا چاہا۔ جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے قطعًا منع فرمایا " وامسک علیک زوجک واتق اللہ " (احزاب ۲۲ع)

(۶) والصلح خیر (نساء ۱۹ع) یعنی عورت اور مرد میں باہم صلح کرلینی خوب چیز ہے ۔

(۷) لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا (طلاق)

یعنی کیا معلوم ہے کہ خدا اس کے بعد نیا کام نکالے یعنی اُن میں صلح کی توفیق

اور ترک ارادہ طلاق کی سبیل کردے

(۱۸)۔ قرآن میں وہی تین موقع طلاق کے جایز ہوسکنے کے پائے جاتے ہیں اور وہ صورتیں وہی ہیں جو اصلی اور قدرتی عقد کی غرض اور نکاح کے مقصود کے خلاف ہیں اور ایسی صورتوں میں طلاق کو جائز رکھنا عین حکمت اور مصلحت ہے ٭

Divorce permitted not to gratify the levity, caprice or profligacy of either party but only in the case of unfaithfulness of nuptial vow.

(۱) ایک صورت طلاق کو بے الزام جایز رکھنے کی یہ ہے کہ عقد کے بعد اور خلوت ہونے سے پیشتر طلاق دیدی جاوے تو اس میں کوئی گناہ یا قباحت عقلی نہیں ہے کیونکہ یہ نکاح کوئی لغوی نکاح نہیں ہے بلکہ اصطلاحی نکاح ہے یعنی وہ ایک معاملہ ہے قول و قرار کا اور اس سے وہ غرض جو فطرت الٰہی میں خلق ازواج سے ہے حاصل نہیں ہوئی ہے ٭

لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن (بقر ۳۱ ع)

یعنی اگر عورتوں کو جن سے عقد ہوا ہو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو تو کچھ مضایقہ نہیں ہے الخ۔ ایسے ہی احزاب کی ۴۸ آیت ۶ ع ایسے اصطلاحی نکاح میں بھی عورت کیلئے بڑی رعایت اور احسان کیا ہے یعنی جب ایسی صورت میں مہر نہ مقرر ہوا ہو تو دستور کے موافق اُسکو خرچ دینا چاہیئے اور اگر مہر مقرر ہو چکا ہو تو نصف مہر دینا چاہیئے اس قدر تو ضروری ہے الا عورت سب چھوڑ دے یا مرد سب دیدے تو اور بھی بہتر ہے۔ (دیکھو اسی آیت کی بعد کی آیتیں) ٭

(۲) دوسری صورت امکان طلاق کی یہ ہے کہ عورت زنا کرے چونکہ خدا

نے نکاح کو تحصین کا ذریعہ بنایا ہے اور ہر جگہ محصنین غیر مسافحین اور ولا متخذی اخدان کے لفظ فرمائے ہیں[۱]۔ تو جب اسکے خلاف کوئی فعل ہوگا وہ فطرت الٰہی وضع ربانی اور شرع اسلامی کے خلاف ہوگا۔[۲] ولا تعضلوا ھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ، (نساء ع) یعنی جائز نہیں کہ تم اپنی بیبیوں کو بند کر رکھو تاکہ اُن سے کچھ مہر میں چھوڑ والو مگر اس حالت میں کہ جب وہ صریح بے حیائی کا کام کریں عن الحسن الفاحشۃ الزنا فان فعلت حل لزوج ان یسالہ الخلع (مدارک) یعنی حسن کہتا ہے کہ فاحشہ سے مراد زنا ہے اور جب عورت زنا کرے تو مرد کو جائز ہے کہ اس سے خلع چاہے اور یہی مضمون سورۃ طلاق کی پہلی آیت میں بھی ہے "ولا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ" یعنی مت نکالو اُن کے گھروں سے اور وہ بھی نہ نکلیں مگر جو کریں صریح بے حیائی ÷

(۳) تیسری صورت امکان اور جواز طلاق کی مگر نہ خواہ مخواہ طلاق کی یہ ہے کہ نشوز او رایذا اور بد خلقی عداوت نفاق سوء العشرہ اور فساد منزل کی صورتیں پیش آویں اس کا علاج طلاق ہی نہیں بلکہ اس کی تدارک اس طرح پر چاہیئے۔

(۱) واللتی تخافون نشوزھن فعظوا ھن واھجروھن فی المضاجع واضربوا ھن فان اطعنکم فلا تبغوا الیھن سبیلا" (نساء ۶)

یعنی جن عورتوں کی بدخوئی کا تمکو ڈر ہو تو اُن کو سمجھا دو اور جدا کر دو سونے میں

---

[۱] نساء ع (ذکر) اور مائدہ ع ÷

[۲] اس کے پہلے کرھا پر وقفہ موجود ہے اور یہ جملہ مستانف اور جدید ہے ÷

اور اگر اس پر بھی نہ مانیں تو مارو (آہستہ سے تادیبا) پس اگر مان جاویں تو اُن پر الزام نہ تلاش کرو (یعنی طلاق نہ دو)۔

(ب) وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلہا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ"۔

یعنی اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے اگر یہ دونوں (منصف) چاہیں کے صلاح تو خدا ملاپ کر دیگا ان میں۔

(ج) "وان امراۃ خافت من بعلھا نشوزا او اعراضا فلا جناح علیہما ان یصلحا بینہما صلحا والصلح خیر واحضرت الانفس الشح وان تحسنوا وتتقوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا" (نساء ۱۹ع)

یعنی اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے یا جی پھر جانے سے تو وہ دونوں آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب چیز ہے اور جیوں کے آگے دھری ہے حرص۔ اور اگر تم نیکی کرو ان عورتوں سے (اس طرح پر کہ گو وہ تمہیں ناگوار ہوں مگر تم صبر کئے رہو اور انکی طبیعت کی رعایت کرو) اور بچو (لڑنے سے اور جی پھر جانے سے) تو خدا کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے صرف حرامکاری کی صورت میں طلاق جائز رکھی ہے مگر جس لفظ کا ترجمہ حرامکاری کیا جاتا ہے وہ نہ صرف زنا ہی کے واسطے ہے بلکہ اس سے نشوز اور بیوفائی اور غدر جو عورت کی طرف سے ہو مراد ہے چنانچہ سلڈن اور ملٹن نے رسالہ اگزور عبریہ اور اعتقادات عیسویہ میں بہت سی

استنا و ربانیان یہود کے محاورے اور کتب مقدسہ کے حوالوں سے ثابت کیا ہے

(۱۹) جبکہ مرد اور عورت میں جو ایک بڑی مضبوط زنجیر اور پکے عہد سے باندھی گئی اور فطرت الٰہی کے قانون کے محکوم ہیں کوئی وجہ شدید اور باعث قوی نہ بسر ہو سکنے یا غرض اصلی کے نہ حاصل ہو سکنے کا ہو نونا اتفاقی شدید اور بے لطفی ناقابل برداشت کی حالت میں یا زوج کے ترش مزاج یا تلون طبع ہونے کی صورت میں اس عہد موثق اور عقد دایمی کا ایسی آسانی سے دفعۃً اور بغتۃً ٹوٹ جا سکنے کا حکم نہیں دیا بلکہ علاوہ ان تدارک اور تدبیروں کے جن کا بیان پچھلی دفعہ میں مفصل گذرا جب بناچاری و مجبوری ارادہ طلاق اور قصد مفارقت کی نوبت آجاوے تب بھی ایک مدت دراز کی مہلت فکر اور غور کرنے کو دی گئی اور اس عرصہ میں بھی کئی ایک تدبیریں صلح کی قایم کردیں ؎

(۱) اذا طلقتم النساء فطلقوا ھن لعدتھن واحصوا العدۃ واتقوا اللہ[۱] (سورۃ طلاق ۱) مدت کے مقرر ہونے میں ایک خاص اور بڑی مصلحت یہی ہے کہ باہم صلح ہو جاوے اور بعولتھن احق بردھن فی ذلک کا بیان اسی پچھلی دفعہ میں گذرا ؎

(۲) پھر اس مدت میں عورت کو اپنے گھر سے نہ جانے دینا چاہیئے اور نہ وہ عورت خود جاوے الّا یہ کہ زنا کی صورت ہو ؎

لاتخرجوا ھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبیّنہ (طلاق)

---

[۱] جب تم طلاق دو عورتوں کو تو طلاق دو انکی عدت پر اور گنتے رہو مدت اور ڈرو اللہ سے ؎

(۵) پھر جہاں مرد خود رہے وہیں عدت والی عورت کو بھی جگہ دے +

"واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن"۔ (طلاق)

یہ سب تدبیریں اِس مصلحت سے ہیں کہ اُن کے باہم سے رنجش دور ہو اور باہم رغبت کریں۔ اور ہر کوئی ناعاقبت اندیش ذرا سی سوء مزاجی یا اختلاف پر طلاق نہ دے بیٹھے +

(۶) بالآخر سورہ طلاق میں یہ بھی ہے کہ مدت پوری ہو جانے کے بعد یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ طلاق ہی دی جاوے اور مفارقت ہی اختیار کی جاوے بلکہ یہ حکم ہے +

"فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف"۔

یعنے جب وہ پہونچیں اپنے وعدہ کو تو یا رکھ لو دستور سے یا جانے دو دستور سے +

۲۰۔ اکثر مخالفوں نے قرآن میں طلاق کے احکام مکرر دیکھکر سمجھا کہ صاحب قرآن کی نظر میں یہ ایک ہلکی سی بات ہے اور عدم مبالات کی نظر سے دیکھکر سمجھتے ہیں کہ قرآن نے عموماً طلاق کے جواز سے حسن معاشرت کی خرابی تدبیر منزل کا فساد اور باہم آسایش کی گزران میں بدنظمی اور ترتیب اولاد میں ابتری روا رکھی مگر اُن لوگوں نے ان حکموں میں کبھی غور سے نظر نہیں کی کسی فقیہ سے احکام پوچھ لیئے یا احکام قرآنی کو اُسکی رائے پر حمل کر لیا اور ظاہر ہے کہ فقیہ کا منصب حمایت اسلام و دفع مطاعن نہیں ہے اُسکو ہر ایک صورت اور ضرورت کے احکام جو احکام قرآنی اور رائے اور قیاس سے نکل سکیں بتا دینے سے کام۔ البتہ متکلمین اسلام

کا یہ کام ہے ؛

طلاق کو ایسے ناگزیر اور سخت موقع پر جن کا ہمنے بیان کیا ہے جائز رکھنا انسان کے حق میں بڑی بہبودی اور احسان کا کام ہے ایسے ازدواج سے جن میں دونوں کی زندگی حرام اور عیش تلخ ہو مخلصی دلانا عین حکمت ہے۔ جو لوگ طلاق کے باب میں بہت سخت ہیں وہ بھی دو ایک صورت طلاق کی جائز رکھتے ہیں۔ پھر جب کسی ضرورت شدید سے اسکا جواز ماننا پڑا تو پھر اس کے احکام قلمبند نہ کرنے بے عقلی ہیں اور نہ اُن احکام کے بیان سے طلاق کی اباحت ایسی بے پروائی۔ آزادی اور مطلق العنانی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ایام جاہلیت کی رسوم ازدواج وطلاق کو دیکھا جاوے تو ثابت ہوسے کہ جملہ احکام طلاق ان بدرسموں کی اصلاح اور تہذیب میں صادر ہوئے ہیں جن کی حرکتیں بہایم اور درندوں کی مانند تھیں یا ان شدید التعصب کے وہم باطل کی درستی کے لیئے تھے جو نوع زنا پر بھی طلاق کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ پس ان سب افراط اور تفریط پر نظر کرکے اُسکی قباحتیں رد کی گئیں اور برائیاں دفع کی گئیں نہ کہ از سرنو اجازت دی گئی یا ابتداً جاری کیا ہو؛

۲۱ - اب ہم پھر اُن احسانات اسلام کا بیان کرتے ہیں جو بنی نوع انسان پر مبذول فرمائے گئے

Beneficial ordinances in the favor of female sex.

ایام جاہلیت میں طلاق کے حیلہ سے بہت ظلم کیا کرتے تھے مثلاً عورتوں کو حبس میں کر رکھتے تھے یا معطل چھوڑ دیتے تھے تاکہ وہ زر مہر میں سے کچھ چھوڑ دیں یا طلاق کے بعد بھی ان کو اس غرض سے روکے رکھتے تھے کہ کسی اور سے نکاح نہ کریں تاکہ زوج سابق کی ذلت نہ ہو مگر قرآن نے ان سب باتوں

کو منع کیا اور زن مطلقہ سے کچھ واپس لینا کیسا اُلٹا اُسے کچھ دینا واجب ٹھیرایا۔
(۱) "ولا تمسکوھن ضرارًا لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ
یعنی عورتوں کو بند نہ کرو ستانے کے لئے اور جو کوئی ایسا کرے اُس نے اپنے حق
میں بُرا کیا۔ (بقر ۲۹ ع)
(۲) "فاذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن
ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف" یعنی جب طلاق دی تم نے عورتوں کو
اور وہ پہونچ چکیں عدت کو تو اب نہ روکو اُن کو کہ نکاح کریں اپنے خاوندوں سے
جب راضی ہو جاویں موافق دستور کے۔ (ایضًا ۳۰ ع)
(۳) اس میں اس بات کا بھی اشارہ نکلتا ہے کہ عورت کے میکے کے لوگ
اُس کو بعد عدت اپنے شوہر سے پھر ملجانے کو نہ روکیں۔
(۴) "وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین" (بقر ۳۱ ع)
(۵) اگر طلاق پانے والی عورت پیٹ سے بھی ہو تو جب تک وہ بچہ نہ جنے
اُس کو کھانا کپڑا اپنی حیثیت کے موافق دینا ضرور ہے - اور اگر بچے کو دودھ بھی وہی
پلا دے تو پھر اس کی اُجرت جداگانہ۔
(۶) "وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن
فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن"۔ (طلاق)۔
یعنی اگر وہ عورتیں پیٹ سے ہوں تو اُن کو نفقہ دو جب تک بچہ ہو اگر دودھ
پلاویں تمہاری خاطر تو اُن کو دو اُن کے نیگ۔
۲۲- بیٹیوں کے نکاح اور لونڈی غلاموں کے نکاح کا عام حکم عرب کی رسم کے

خلاف اور رومن کیتھلک کے علی الرغم جاری کیا چنانچہ فرمایا ہے " وانکحوا

(Objections refuted).

الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم - ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ"[۵] (نور ۴ع)

اس آیت کا آخری فقرہ کہ اگر وہ لونڈیاں اور غلام محتاج ہوں گے تو خدا اُن کو اپنے فضل سے مالدار کر دیگا اِس پر دلیل ہے کہ غلام بھی اپنے مال کے مالک ہوتے ہیں اگلے زمانہ میں اور اَب بھی غلاموں کی یہ خرابی ہے کہ وہ آپ کسی جایداد کے مالک نہیں تصور کئے جاتے اور اسی وجہ سے غلاموں کے مالک اُن کو ازدواج سے بھی محروم رکھتے تھے ✦

اہل عرب اپنے باپ کی جوروؤں کے نکاح میں مضایقہ کرتے تھے اِس طرح کہ وارث خاندان اپنی سوتیلی ماؤں کو روک رکھتا تھا تاکہ وہ دوسری شادی نہ کریں اور عیسائیوں میں ایک قسم ایسی عورتوں کی تھی جو تمام عمر بے شوہر رہتی تھیں اور ایک فرقہ ایسے مردوں کا تھا جو مذہبی امور کی پابندی سے تمام عمر نکاح نہیں کرتے تھے اور پوپ اور کونسل کے فتوے اس باب میں بہت سی قباحتوں کے باعث ہوئے اور اُنکی بنا نہ صرف پوپ کی بدعات اور رسوم پر تھی بلکہ پولوس مقدس کی رائے کا رجحان بھی باوجود طمطاوس ۱۵/۱۴ کے اسی طرف تھا دیکھو اول کرنتھیوں باب ۷ درس ۹ و ۲۶ و ۳۷ و ۳۸ و ۴۰ ✦

[۵] اور بیاہ دو رانڈوں کو جو تم میں ہوں اور جو نیک ہوں تمہارے غلام اور لونڈیاں اگر وہ ہوں گے مفلس اللہ انکو غنی کریگا اپنے فضل سے ✦

اور جو جو قباحتیں اِن بد رسموں کے پیدا ہونے میں اور جو جو قاعدے کلیسا میں بڑے بڑے عہدے پانے والوں کے تجرد کے لیئے مقرر ہوئے اُنکی ایک بڑی تاریخ ہے عیسوی مشائخ میں سے جیروم (۴۲۰ء) اور امبروس (۳۹۷ء) اور رومانی اسقفوں میں سے داماسیوس (۳۸۴ء) اور سری سیوس (۳۹۹ء) اس کے بڑے حامی تھے اور ۳۰۵ء کی کونسل البریس میں ہر بشپ اور ڈیکن اور پادریوں کو تجرد کا عام حکم ملا اور تولیدو کی کونسل ۵۸۹ء میں یہ حکم نکلا کہ اگر جو (پادری ؟) کسی عورت سے مشتبہ پایا جاوے تو قاضی اس عورت کو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت مسکینوں کے صرف میں لاوے - اسقف جرجیس اکبر تجرد کے مسئلہ کا بڑا حامی تھا اور ایک نقل مشہور ہے کہ جب اُس نے اپنا تالاب صاف کرایا تو اُس میں چھ ہزار بچوں کی کھوپڑیاں نکلیں - یہ نتیجہ اس قانون کا تھا جسیں اُس نے دینی عہدہ داروں کو مناکحت سے ممانعت کی تھی - اس نتیجہ میں جو جو خرابیاں ہوئیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پادریوں کے لڑکے جو باوجود اس تجرد کے ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے کالعدم قرار دیئے گئے - اور بینڈکٹ ۸ نے کونسل پنوپیا سے ۱۰۲۲ء میں اُن لڑکوں کو کالعدم قرار دے کے ہمیشہ کی غلامی میں دیدیا اور شہنشاہ ہنری دویم نے ان احکام کی تعمیل میں سیاست بھی ہم ردیف کر دی - آخر الامر سینکڑوں برس کے بعد ان خرابیوں کی اصلاح شروع ہوئی - اور لوتھر گو سب سے اول تو نہیں مگر وہ بھی منجملہ منکرین مسئلہ تجرد تھے اور ۱۶۲۵ء میں کھترین دبن پورا سے جو دایمی تجرد کی نذر کر چکے تھے مگر پھر اس سے پھر گئے تھے نکاح کیا - قرآن میں اِس رہبانیت کی اصلاح ان لوتھر وغیرہ لوگوں سے صدہا سال

پیشتر ہو چکی تھی۔ اور جو ٹھیک ٹھیک اسکی منشا اور کیفیت تھی اس پر اشارہ ہوا ہے

" ورھبانیة ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا " (حدید ۲۷)

یعنی عیسائیوں نے دنیا چھوڑنا نیا نکالا ہمنے ان پر واجب نہیں کیا تھا۔ یہ انھوں نے خدا کی رضامندی کے لئے نکالا مگر جیسے نباہنا چاہئیے تھا نہ نباہا ؛

اور لا رھبانیہ فی الاسلام بارہ سو برس سے مشہور ہے +

۲۳- اس مقام پر چند اعتراضات متعلق مسایل نکاح وطلاق نقل کر کے انکا جواب لکھنا بہت ضرور ہے گو میں دیکھتا ہوں کہ مضمون طول ہوا جاتا ہے۔

(Objections refuted).

مگر ان اعتراضوں سے یہ فائدہ ہے کہ عوام ملاؤں کی آنکھیں کھلیں اور جواب سے یہ فائدہ ہے کہ اسلام یا قرآن پر سے بیجا تہمتیں دفع ہوں اور اُسکے احکام کی خوبیاں ظاہر ہوں اور نیز جو کچھ خالص احکام قرآن اور رسوم باطلہ میں فرق ہے وہ بھی عیاں ہو جاوے +

اعتراض	جواب
لونڈیوں کی تعداد کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اُن سے ہر کوئی مسلمان بلالحاظ اپنی چار عورتوں کے اور بغیر کسی رسم ماقبل یا ضمانت مابعد تصرف کرسکتا ہے اور	ہمنے اپنی نویں دفعہ میں بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کے لفظ نسا میں آزاد اور غیر آزاد دونوں داخل ہیں پس ہم کے عدد سے محدود ہیں۔ اور یہ بھی وہیں بیان

لونڈیاں بنانے کی رسم بس نامحدود اجازت کے لئے ایک ضروری شرط ہے اور کوئی مسلمان اپنے دل سے یا خوشی سے اِس کے بند ہونے پر راضی نہ ہوگا ✦

ہو چکا ہے کہ لونڈیوں سے نکاح اس صورت میں تھا جب کہ آزاد سے نکاح کا مقدور نہ ہو پس جبکہ ایک کا وجود دوسرے کی نفی پر موقوف ہے تو دونو کے جمع کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور ہمنے بعض فقہا کے قول کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اذا کان تحتہ حرۃ لم یجز لہ نکاح الامۃ (ابوحنیفہ امام تفسیر کبیر) پس یہ اعتراض قرآن پر بیجا ہے۔ اور بغیر کسی رسم کے اُن کا تصرف بھی میں تسلیم نہیں کرتا کیونکہ فانکحوھن باذن اھلھن میں صاف نکاح کا حکم ہے اور پھر دوسرا فقرہ محصنات غیر مسافحات[1] اور ولا متخذی اخدان اور یہی صورتیں مداومت کی ہیں۔ اور ضمانت کے واسطے مہر کا تعین کنیز کو سے ویسا ہی ہے جیسا کہ آزاد سے واٰتوھن اجورھن بالمعروف اور دیدو اُن کو اُن کے مہر موافق دستور کے (نساء ۴ع) اور یہ بات کہ مسلمان کبھی اس رسم ملک یمین کے بند ہونے پر راضی نہ ہوں گے اسکا جواب فقہا کے ذمہ ہے ✦

۲۔ اعتراض

یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کی حالت میں تہذیب اور اصلاح

جواب

شریعت اسلام کی اصلاحوں کی خوبی اور خصوصاً منزلی تدبیروں کا حسن تب

[1] یعنی وہ لونڈیاں قید میں آتیاں نہ مستی نکالیں نہ چھپی یاری کریاں ✦

کی۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اسلام نے ازدواج
کی صورت میں بہ نسبت زمان جاہلیت
کے عورت کی حالت زیادہ تر ذلیل اور
پست کر دی ہے البتہ ایک امر خاص
میں تو یعنی بیٹے کا اپنے باپ کے
بیووں کا وارث ہونا اس میں تو اسلام نے
عورت کو ایک سخت اور شدید خراب
حالت سے چھوڑایا ہے اور کوئی آزاد
عورت بہ بیعت اسلام کی رو سے اپنی
مرضی کے خلاف نکاح کرنے پر مجبور نہیں
ہو سکتی۔ مگر ازدواج کی صورت میں جو
حیثیت عورتوں کی اسلام نے قرار دی
ہے وہ ایک ایسی کمینی اور ذلیل مخلوق
ہے جو اپنے شوہر کی خدمت کیلئے
مخلوق کی گئی ہے اور بغیر ایک گھنٹہ
کے پیشتر سے خبر دینے کے نکال دی
جاتی ہے اور خاوند کو ایسا اختیار مطلقاً

ہی خوب معلوم ہوتا ہے جب جاہلیت
کی رسوم اور آداب نکاح اور ملکوں کے
بلکہ بلاد فرنگستان کی اب تک کی رسوم
ازدواج کو بلا سبق ظن اور تعصب قرآن
کے احکام سے مقابلہ کیا جاوے :

جو باتیں معترض نے منکوحہ عورتوں
کے حق میں قرآن سے منسوب کی ہیں
وہ بے بنیاد ہیں۔ ہم پہلے ثابت کر چکے
ہیں کہ قرآن نے ازدواج کی پیدائش
مردوں کی تسکین اور محبت اور رافت
کیواسطے کی ہے[1]۔ اور پھر ان کو باہم
ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ
دی ہے[2]۔ اور اس میں ان کے عزیز اور گرامی
اور بالکل محتاج الیہا ہونے پر اشارہ
کیا ہے اور ان سے نیک طریق پر معاشرت
کرنے اور صلح قایم رکھنے کی مکرر وصیت
فرمائی ہے[3] اور ان کے حقوق کو آزادی

[1] سورہ روم ۳ ع ۔
[2] سورہ بقر ۱۸ آیت ۵۳ نساء ۵ ع ۔
[3] نساء ۴ ع ۔

فوراً بے غور و تامل طلاق دینے کا دیا ہے
مگر عورت کے لیئے کوئی رعایت اس
قسم کی نہیں رکھی وہ تو اپنی مرضی کے
خلاف اور معطل ہمیشہ اپنے خاوند کی لونڈی
بنی ہوئی اور معلق رہتی ہے۔ جبکہ درحقیقت
طلاق ہو جاوے تو وہ اپنے مہر کا دعوے
کر سکتی ہے گو اس بات کا علم کہ عورت
ایسا دعوے کر سکتی ہے دفعتاً مرد کی
رائے نہ بدلنے کی ایک ناخوش روک
تو ہے مگر لونڈیوں کے حق میں یہ ناقص
قید بھی نہیں ہے اور مرد کو صرف طلاق
ہی کا اختیار نہیں ہے بلکہ حبس کرنے
اور مارنے کا حکم بھی صاف صاف دیا
گیا ہے۔ دیکھو سورہ نساء کی ۳۴ آیۃ"۔

اور اختیار اور جملہ تصرفات میں مردوں
کے مساوی قرار دیا ہے[۱] اور جہاں تک
نیچر اور عرف نے اجازت دی ہے جیسے
عورتوں پر حق ہے ویسا ہی اُنکا بھی حق
ہے۔[۲]

اور تعجب ہے کہ معترض نے طلاق
کو ایسا سمجھا کہ بغیر ایک گھنٹے کی نوٹس کے
بھی مطلقاً اور فوراً موثر ہو جاتی ہے یا
کوتہ اندیشی اور غصہ کی حالت میں فوراً نافذ
ہو جاتی ہے حالانکہ جو وجوہ اور اسباب
نکاح کے قرآن میں لکھے ہیں وہ خود ہی
مانع طلاق ہیں اور پھر صورت ناگزیر
اور واقع لاعلاج جو باعث فساد منزل اور
موجب انفکاک نظم ہو اس میں سے ایک
یا دو مرتبہ کی طلاق کو کافی نہیں سمجھا بلکہ
ایک بڑی مدت فکر اور تامل کے واسطے مقرر فرمائی اور اسمیں صلح کا : ب
دی اور پھر عدت اور رجعت اور تیسرے مرتبہ میں اس بات کی ... فان

[۱] بقر ۲۸ ع +
[۲] نساء ۳ ع +

طلقها فلا تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ سب تدبیریں طلاق کے حفظ اور ضبط کے واسطے ہیں - اور مرد کی رائے بدل جانے کا تدارک طلاق نہیں قرار دیا بلکہ جھگڑے اور ناخوشی کے رفع دفع کرنے کی تدبیریں اور ہیں جو ۱۰۸ دفعہ کی ۲ ضمن میں بیان ہوئی ہیں +

اور یہ بھی عجب ہے کہ معترض نے اِس بات سے انکار کیا کہ گویا طلب طلاق کا عورت کو اختیار نہیں دیا گیا حالانکہ فلا جناح علیہما فیما افتدت ۹ میں صاف مسئلہ خلع کا بیان ہے +.

اور جو عورت کے معلق رہنے یا عموماً معروض علیہا ہونے میں لکھتے ہیں وہ بھی خلاف تصریحات قرآنی ہے کیونکہ ہر جگہ حسن معاشرت پر تاکید ہے فعاشروا ھن بالمعروف (۴ ح ۱۴ع) اور بالتخصیص اسی مقدمہ میں یہ بھی فرمایا فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ - اور یہ بھی عجب ہے کہ لونڈیوں کے حق میں اوائے مہر کی شرط نہیں حالانکہ واٰتوا ھن اجورھن بالمعروف (۵ح ۴ع) ہر کوئی قرآن میں پڑھ سکتا ہے +

اور نشوز کی حالت میں کمال حکمت اور مصلحت ہے پہلے نصیحت کر دینا اور اگر اس سے اصلاح نہ ہو سکے تو ہجرت فی المضاجع اور جب یہ تدبیر بھی فساد منزلی کی اصلاح کو کافی نہ ہو تو بناچاری او مصلحتاً تادیب بھی مناسب ہے اور یہ سب تدبیریں طلاق کی تدبیر سے بہت ہی نرم اور کم ہیں نہ کہ خوردہ گیری کے لایق +

پس ایسا مارنا جسکی تفسیر ضرب غیر مبرح سے کی گئی ہے اور گویا طلاق کا بدل ہے عورتوں کی حالت کو نقصان اور ضرر نہیں پہونچا سکتا اور اور جگہ قرآن

میں عورتوں کو ضرر پہونچانے کی صاف ممانعت ہے۔ چنانچہ

ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا (بقرہ ع ۹)

ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن (طلاق)

۳۔ اعتراض

استبدال زوج یعنے ایک عورت کو طلاق دینا اس غرض سے کہ دوسری سے نکاح کریں قرآن میں تسلیم کیا گیا ہے صرف اس شرط سے کہ مہر پورا ادا کیا جاوے پس جبکہ بہا السرور اس طرح پر مجبور اقہور اور مقید اور مہجور اور فی الفور دفعۃً غصہ میں یا اضطراراً نکال دی جاوے تو یہ کیونکر کہا جاوے کہ شریعت اسلامی نے عورتوں کے حق میں بہبودی کی۔ مجھے اس کہنے میں کچھ تامل نہیں کہ زمان جاہلیت میں عورت کو زیادہ آزادی بڑی صحت وتندرستی زیادہ عفت سے اختیار حاصل تھا۔

جواب

ان اردتم استبدال زوج کو ایک حکم ابتدائی اور جائز استبدال کی پروانگی سمجھنا خلاف مراد کلام الٰہی ہے کیونکہ آیت کا مقصود یہ ہے کہ طلاق کی حالت میں زر مہر میں سے کچھ بھی لے لینا کسی طرح درست نہیں اور اس طرح کے واپس لینے کو امر ناحق اور صریح گناہ قرار دیا۔ اور نیز اسے خلاف عہد بھی بتلایا پس اس آیت میں گو ضمناً جواز طلاق کو تسلیم کیا مگر مقصود ممانعت طلاق ہے کیونکہ جب مہر کامل ادا کرنا اور اس میں سے کچھ بھی نہ لینا ایک حکم محکم قرار دیا اور ادھر مہر کی کوئی حد نہیں رکھی۔ بلکہ قنطار کے لفظ سے اسکی تعداد کا بے شمار ہونا ظاہر کیا تو ایسی صورت میں طلاق کے مقدمے

بہت ہی کم نکلیں گے۔ گویا کہ طلاق کو ایک بڑی مشکل شرط پر موقوف رکھا تو اس کا مقصود منع طلاق ٹھیرا نہ کہ جواز اور ایک لطف یہ ہے کہ اردتم کا لفظ فرمایا ہے جس سے وقوع طلاق کی تسلیم و تجویز نہیں نکلتی۔ خلاصہ یہ کہ اس آیت سے جواز طلاق (اور وہ بھی ناپسندیدہ اور قبیح طریقے سے) میں پیش کرنا ایک ناقص شہادت ہے۔ اور اس آیت کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے طلاق کو ترجیح دی ایک بڑی بے باکی ہے کیونکہ اسکا مقصد یہ نہیں کہ تم طلاق دیا کرو بلکہ محل کلام یہ ہے کہ زر مہر میں سے کچھ نہ لیا کرو۔ گو ایسا موقع اسی وقت پیش آویگا جب کہ طلاق ہو گی۔ مگر اس حکم کی منشاء دیکھنی چاہیئے کہ طلاق کے جواز کو صرف ضمناً تسلیم کر لیا ہے نہ یہ کہ اس سے اسکو بالاستقلال جائز کیا ہو اور اسی لیئے اردتم کا لفظ بھی کہا اور محاورات میں بسا اوقات ایسا بول جاتے ہیں کہ نتیجہ میں گفتگو کرنی منظور ہوتی ہے تو سبب کا ذکر فرض و تسلیم کی صورت میں ہو جاتا مگر اس سبب کے جائز یا ناجائز ہونیکا ذکر مقصود نہیں ہوتا ٭

اور درحقیقت اس آیت میں اس متلون مزاج ناعاقبت اندیش کی چھچھوری حرکت پر جو گھڑی میں گھر بنا دے اور گھڑی میں بگاڑ دے تنبیہہ کر دی ہے تاکہ وہ بلا سبب اور بغیر ضرورت محض لذت حاصل کرنے کے لیئے استبدال زوج چاہتا ہو۔ اس صورت میں یہ حکم اس ارادہ کا قوی مانع ہوگا۔ پس ان سب تقریروں کے خلاصہ میں ہم کہتے ہیں کہ زمان جاہلیت کے آداب میں بلکہ یہود اور رومن کی رسوم میں بھی عورت کی ذات بہت بدتر کمتر ذلیل تر حالت میں اکثر بے اختیار اور قیدی کی طرح بسر کرتی تھی اور حسن معاشرت کے بہت سے فایدے

اور زوجیت کے بہت سے حقوق سے محروم رہتی تھی اور انگلستانی رسمیں اب تک اس کے حق میں سخت اور شدید ہیں مگر اسلام کے شارع نے احکام قرآن میں عورتوں کی حالت کو ایام زوجیت اور بیوگی میں اگلے زمانہ کی حالتوں سے کہیں بڑھ کر بہتر اور برتر کر دیا۔ اور عدالت کے حکم اور عاشروھن بالمعروف کی وصیت اتامروا بینکم بالمعروف کے فتوے سے اس سے زیادہ خوش حال اور فارغ البال کر دینے سے اس اصلی غرض کو جس پر محصنین غیر مسافحین میں اشارہ کیا ہے اس قدرتی تسکین اور باہمی اطمینان کو جو ھن لباس لکم سے مراد ہے بڑے کامل طور سے پورا کیا +

۴۔ اعتراض

اور لونڈیوں کے حق میں جو مسلمانوں کی غلامی میں ہوں دشوار ہے کہ اُن کی حالت ذلت سے زیادہ جنس انسان کی اور کوئی حالت قیاس میں آسکے ان سے تو کمترین مخلوقات کی حیثیت سے سلوک کیا جاتا ہے۔ قید و بند تو اُن پر ایسی ہے گویا کہ وہ منکوحہ ہیں مگر حقوق زوجیت سے وہ صاف صاف محروم ہیں وہ بالکل اپنے مالکوں کے اختیار

جواب

لونڈی اور غلام کی کامل آزادی اسلام میں ہو چکی ہے اس کا ذکر آگے آتا ہے مگر یہاں پر اسیقدر کافی ہے کہ اس وقت میں کنیزکوں سے تزویج کی تجویز ایک شاذ و نادر صورت میں ہے اور وہ بھی مصلحت سے خالی نہ تھی یعنی جس شخص کو نکاح آزاد کا مقدور نہ ہو اور بے نکاح رہنے میں زنا کا اندیشہ ہو مگر با ایں ہمہ پھر بھی لونڈیوں کے نکاح سے اجتناب

میں ہیں صرف ایک صورت مخلصی
کی یہ ہے کہ جب وہ ام ولد ہو جائے
تو وہ بک نہیں سکتی اور مالک کی
وفات پر آزاد ہو جاتی ہے سو بھی
قرآن مجید میں نہیں ہے ماریہ قبطیہ
کی مثال پر قیاس کیا جاتا ہے ؛

ہی بہتر قرار دیا چنانچہ فرمایا کہ
"وان تصبروا خیر لکم" ؛
(دیکھو اس مضمون کی دفعہ ۹)

۵- اعتراض

طلاق کے قاعدوں میں ایک قاعدے
کی نسبت بے بولے رہا نہیں جاتا
کہ ایک خاوند دو مرتبہ طلاق دے کر
تو پھیر سکتا ہے مگر تیسری مرتبہ کے
بعد پھیر نہیں سکتا اور یہ فعل کیسا ہی
ناحق اور مضر ہو اور کیسے ہی غصہ کا
نتیجہ ہو اور اس سے کیسا ہی کچھ نہ
اُس بے جرم عورت کو نہیں بلکہ
اُس کے معصوم بچوں کو ضرر پہونچتا ہو
اور وہ شوہر بھی کیسا ہی کچھ اس ظلم کی

جواب

طلاق بائن کی جو اخلاقی اور منزلی
اور تمدنی قباحتیں بیان ہوئی ہیں وہ
احکام قرآنی پر عاید نہیں ہوتیں سو قرآن
میں پہلے ہی اس کوتہ اندیش تنگ مزاج
تلون طبع خفیف الحرکت سبک سر مرد کے
غیظ و غضب اور جوش و خروش اور
عدوان کا علاج کر دیا ہے اور کئی تدبیریں
اس کے روک تھام کی مثلاً عدت
کا مقرر ہونا اور ظاہر ہے کہ اتنے عرصہ
دراز میں وہ شخص اچھی طرح اپنے ارادہ

اصلاح چاہتا ہو مگر اب وہ منسوخ ہی نہیں ہو سکتی مگر یہ کہ وہ طلاق دی ہوئی عورت ایک سخت شرط پر پھر آسکتی ہے کہ پہلے اس کا کسی اور سے نکاح ہو اور وہ بھی اسے طلاق دیدے۔ (البقر ۲۳) ٭

مسلمانوں کی حیا و غیرت کا اسی پر قیاس کر لیا جاوے کہ مطلقہ بائن کے پھر جائز ہونے کیلیئے ایک مستحل یعنی عاضی شوہر گویا اجرت پر رکھ لیا جاتا ہے اسکی ایک مثل مشہور ہوگئی ہے الف عشق ولا مستحل ٭

سے پشیمان ہو کر باز آسکتا ہے اور نیز یہ کہ مدت عدت تک دونوں ایک ہی جگہ ایک ہی مکان میں رہیں جو خاص اس غرض سے تھی کہ دونوں میں باہم صلح ہو جاوے۔ پھر اس مدت کے بعد یہی ضرور نہیں کہ طلاق ہی دی جاوے بلکہ اختیار ہے کہ یا رخصت کریں یا رہنے دیں تو کیا اتنے عرصہ میں اور ان تدبیروں پر بھی تلون مزاج کے دفعتاً طیش اور غضب سے باز آنے کا موقع نہ ملیگا اور کیا اب بھی وہ اپنی مجبوری اور بے بسی کا عذر کر سکتا ہے اور کیا اتنی مدت تک اسکی بدخوئی مستمر رہیگی۔ پس ان تینوں طلاقوں میں (الطلاق مرتان) ای علی التفریق دون الجمع ٭ ٭ ٭ ٭ فان طلقها (ای ثالثة) (فلا تحل له) جو جدا جدا ایک عرصہ ممتد کے بعد ہوں شریعت نے کوئی عذر اور حیلہ ناگہانی قصد اور غلبہ ناخوشی کا اٹھا نہیں رکھا کہ جس سے اب جلد بازی اور تیز مزاجی پر ندامت اور افسوس ہو بلکہ اب اختیاری فعل ہے کہ اس کا الزام اپنی ہی عقل و تمیز پر ہو سکتا ہے ٭

اور حلالہ کا حکم بھی اس رسم طلاق کے گھٹانے اور کم کرنے کی نظر سے ہوا ہے اور بیشک اسکی رسوائی کسی صاحب غیرت کو ایسے ارادہ پر جرأت نہ کرنے دیگی

یعنی کوئی باحمیت نہ طلاق بائن دیگا نہ حلالہ کی رسوائی اُٹھائیگا اور محلل لہٗ
اور محلل کی شناخت پہلے ہی بیان ہو چکی ہے۔ ابھی ہم حجۃ اللہ البالغہ میں دیکھتے
ہیں لعن رسول اللہ صلعم المحلل والمحلل لہ ؛

اور یہ تو ایک بڑی غلط فہمی ہے کہ گویا شریعت نے اس بے جرم صاحب عفت
کی پردہ دری اس رسم سے گوارا کی ہو کیونکہ تحلل صرف اس عورت کو اس غرض سے ہے
کہ وہ اگلے شوہر کو اس حیلہ سے حلال ہو جاوے پہلے ہی سے ارادہ کر کے تھوڑی
دیر کے لیئے نکاح کرے تو وہ ہرگز درست نہ ہوگا کیونکہ نکاح میں تو مدامت اور تحصین
اور عدم سفاح اور تعاون فی المعشرت اور باہم کی تسکین اور اتحاد مراد اور مقصود ہے
اور ایسی صورت میں محلل کا نکاح دائمی ہوگا جبتک کہ کوئی ایسی ہی ناگزیر ضرورت طلاق
کی جس کا بیان آگے ہو چکا ہے پیش نہ آوے۔ پس اس عورت کا بائن ہونے کے
بعد حلال نہ ہونا اُس مرد کے لیئے سزا ہے کہ اُس نے عہد الٰہی اور قانون قدرت
کی رعایت نہ کی۔ موسوی شریعت میں بھی مطلقہ اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔ موبذا
(سہار ~~~) مگر قرآن کی نظر میں اتفاق کو ترجیح ہے افتراق پر ؛

۴۴۔ حیف ہے اگر اس مقام پر جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص ازواج طیبات
کے احکام نہ بیان کئے جاویں گو اس تحریر کی وضع سے یہ بحث خارج ہو ؛

ہر ایک انسان کی عقل ضرور اس امر کی طلبگار ہوگی کہ مصلح قوم اور ہادی انام نے
(جس نے ایسی حکمت اور مصلحت کے احکام جاری کیئے اور زمانہ جاہلیت کی رسوم قبیحہ اور
عادات ضارہ کو روکا اور کم کیا) خود اپنا نمونہ کیسا دکھلایا۔ اور بالضرور ہر ایک شخص
کا وجدان اس پر گواہی دیگا کہ ناصح ملت اور مہذب مذہب خود بھی ایک نمونہ ہونا

چاہیئے۔ تمام اخلاق اور حسنات اور خیرات کا تاکہ لوگ اس سے نفرت نہ کریں اور یہی امر اصل ہے مسئلہ عصمت کی ٭

جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام از دواج عجب حکمت کے احکام تھے جن سے ہم اب بھی اس بات پر استدلال کر سکتے ہیں کہ کسی نبی سے ایسے احکام صادر ہونے کی توقع اور احتمال نہیں کیونکہ یہ احکام بڑی تنگی اور قید نفس اور حرمان شدید کے ہیں۔ اوایل سورہ نساء کی آیت (جس میں عورتوں کی حد مقرر ہے) نازل ہونے سے پیشتر[۵] جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ حکم ہوا تھا کہ ازواج موجود (جن کا عدد بعد کی مقرر کی ہوئی نصاب سے زیادہ تھا) حلال ہیں

---

[۵] یہ بات کہ سورہ احزاب پہلے نازل ہوئی نساء سے اس کے ثبوت میں یہ دلیلیں ہیں (۱) قصیدہ تقریب المامول فی ترتیب النزول تصنیف برھان الجعبری کا ایک شعر یہ ہے۔

احزاب مائدۃ امتحان والنساء   مع زلزلت ثم الحدید تاملا

(۲) ابن ضریس نے فضایل القران میں ابن عباس سے روایت کی ہے اسمیں مدنی سورتیں اس طرح پر ترتیب دی ہیں۔ ثم البقرۃ ثم الانفال ثم آل عمران ثم الاحزاب ثم الممتحنہ ثم النساء الخ۔

(۳) بیہقی نے عکرمہ سے روایت کی ہے دلایل النبوۃ میں اس میں مدنی سورتوں کی ترتیب اس طرح پر ہے۔ ویل للمطففین والبقرۃ وآل عمران والانفال والاحزاب والمائدۃ والممتحنہ والنساء الخ

ازتنزیل میں بھی ان کی حلت کو ظاہر فرمایا گیا[۱] اس طرح پر یا ایها النبی انا احللنا لک
ازواجك التی اٰتیت اجورهن وما ملکت یمینك مما افاء الله علیک[۲]
وبنات عمك وبنات عماتك[۳] وبنات خالك وبنات خالاتك الخ

---

[۱] اس اظہار تحلیل سے یہ نہیں لازم آتا کہ اب تک جو کچھ ہوا وہ غیر حلال تھا کیوں کہ اب تک جو ہوا تھا اس کی حلت سنت یعنی فعل رسول اور انبیاء سابقین کے دستور اور قوم کی رسم اور قانون قدرت کی مطابقت سے ہوا تھا اور اب اسی تحلیل کا اظہار ہوا ایسے معنے کہ ہم حلال کر چکے ہیں ان ان کو مگر آئندہ الخ

اور ایسی کئی مثالیں مل سکتی ہیں جن میں نزول حکم متاخر ہے اور عمل متقدم مثلاً آیت وضو جو بالاتفاق بعد ہجرت نازل ہوئی مگر اس کا حکم مکی ہے ایسی ہی آیت جمعہ جو مدنی ہے مگر جمعہ کی فرضیت مکی ہے ایسے ہی فرضیت زکوۃ کا حکم بہت متاخر ہے اور اس کا عمل اوایل ہجرت سے ہے۔ دیکھو اتقان میں ایک خاص باب اسی بیان میں ہے ما تاخر نزوله عن حکمه (نوع ۱۲)

اور یہاں تو سب صیغے ماضی کے ہیں اور وہ بھی امر کی صورت میں نہیں ہیں بلکہ خبر کے طور پر ہیں پس یہ آیت سابق ہی کی حلت ظاہر کرتی ہے آیندہ کے واسطے کوئی حکم نہیں دیتی +

[۲] تفسیر جلالین میں مما افاء الله کی تفسیر میں صفیہ اور جویریہ کا نام لکھا ہے اور یہ دونوں مشہور ہے کہ آزادی کی حالت میں نکاح میں آئیں +

[۳] بنات عم سے نساء قریش مراد ہیں -

هاجرن معك[۱] وامراة مومنة ان[۲] وهبت نفسها للنبي ان اراد

النبي ان يستنكحها خالصة لك من دون المومنين[۳] قد علمنا ما فرضنا

عليهم في ازواجهم وما ملكت ايمانهم لكيلا يكون عليك حرج[۴] ۴۹ الاحزاب

یعنی ہمنے حلال کیں تجھ کو تیری عورتیں (یا ہم جایز کر چکے۔ یا تجھ کو تیری عورتیں

جن کے مہر تو دے چکا اور جن کا تو مالک ہو چکا نی کے ذریعہ سے (اب جو مہر

دے چکنے کی وجہ سے حلال نہیں ان کی تفصیل ہے) تیری چچا زاد اور پھوپی

کے قبیلہ کی عورتیں اور ماموں زاد اور خالہ کے قبیلہ کی عورتیں جنھوں نے

ہجرت کی تیرے ساتھ۔ اور وہ عورت جس نے اپنے آپ کو عرض کیا نبی پر

اور نبی نے بھی چاہا اس کو نکاح میں (مراد خدیجہ رضی اللہ شاید) (یہ احکام جن

میں اس وقت موجود عورتوں کے جایز رکھنے کا حکم ہے اس طرح پر کہ عین ان

عورتوں کا اور ذات شخصیہ ان عورتوں کی حلال ہو چکی اس حیثیت سے کہ ان

میں تغیر اور تبدل نہ ہو سکے) خاص تیرے ہی لیئے (تاکہ تو ضبط اور قید میں

نمونہ ہو اوروں کو اور تاکہ اوس سے ظاہر ہو تیری عدم متابعت نفس اور تیرے پری

---

[۱] بنات خال سے نسا بنی ظ... مراد ہیں ؛

[۲] ان وهبت "کوئی ایسی عورت مدینہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تھی عن عبد اللہ ابن عباس ومجاهد لم يكن عند النبي امرأة وهبت نفسها منه۔ (معالم التنزيل) اور نہ اس میں کوئی حکم مستقبل کا ہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ "ان" شرطیہ ہو محتمل ہے کہ "قد" کے معنی میں ہو اور تعلیل کے واسطے ہو۔ پس حضرت خدیجہ مراد ہونگی اور نکرہ ممکن ہے کہ تعظیم کے لئے ہو

[۳] یعنے سورہ فرقان اور مومنون اور اوا میں جو کچھ ازواج کی نسبت احکام اور وصیت ہوئی اور یہ سورتیں متقدم ہیں احزاب پر دیکھو قصیدہ "تقریب المامول فی ترتیب النزول" اور ابن ذہبی کے رسالہ فضایل القران میں ابن عباس کی روایت ؛

احکام الٰہی کی گو وہ خلاف ہوں خواہش ہائے بشری کے) سوائے سب مسلمانوں کے (کیونکہ) ہمکو معلوم ہے جو اُن پر حکم ہوا ہے اُنکی نسبت جو اُن کی عورتیں ہیں اور اُن کے ہاتھ کے مال ہیں (مسلمان لونڈیاں) (وہ یہ کہ اُن کیلئے ذات معین نہیں اور اُن میں تغیر و تبدل اور کمی بیشی معروف طور پر ہوسکتی ہے مگر تیرے لیئے خاص اُن عورتوں کی تخصیص ہے جن میں کمی بیشی اور تغیر تبدل نہیں ہوسکتا) تا کہ تجھ پر گناہ نہ ہو (اُن خوردہ گیروں کی نظر میں جو شخص کثرت پر نظر کر کے طعن کریں کہ نبی نے متابعت نفس کے لیئے ایسا کیا حالانکہ اصل حقیقت انکی فہم کے خلاف ہے چنانچہ پھر فرمایا) اگر۔

" لا یحل لک النساء من بعد[ف] ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو

ف من بعد التسع وھو فی حقہ کالاربع فی حقنا او من بعد الیوم حتی لو ماتت واحد لم تجز لہ نکاح اخریٰ (بیضاوی)

بعضنے لوگوں کو اس آیت میں بڑی غلط فہمی واقع ہوئی ہے یعنی اس آیت کو منسوخ بتلاتے ہیں مگر قطع نظر اس سے کہ نسخ قرآن میں ہوا ہے یا نہیں ایک اور لطف یہ ہے کہ اس کا ناسخ اس سے پہلے ہے۔ ان ھٰذا لشیء عجاب۔ حالانکہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے اور اس پر اجماع بھی ہے اور یہ تبواتر ثابت ہے کہ جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرح سے قرآن پڑھتے تھے جس طرح اب آیتیں مرتب ہیں پس ممکن نہیں کہ اُن آیتوں کی ترتیب میں ایسی صریح تاریخی غلطی ہوگئی ہو۔ علامہ سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں۔ الاجماع والنصوص المترادفۃ علی ان ترتیب الآیات توقیفی لا شبھۃ فی ذلک اما الاجماع فنقلہ غیر واحد منھم الزرکشی

اعجبك حسنهن الا ما ملكت يمينك ۔۔ (احزاب ۴۱) ؛

في البرهان وابو جعفر بن الزبير في مناسباته وعبارته ترتيب الآيات في سورها واقع بتوقيفه صلی الله عليه وسلم وامره من غير خلاف في هذا بين المسلمين۔ انتہیٰ۔ اور پھر قاضی ابو بکر (الباقلانی) کا قول نقل کیا ہے۔ ان الآية ضبطت عن النبي صلی الله عليه وسلم ترتيب اي كل سورة ومواضعها وعرفت مواقعها كما ضبط عنه نفس القرآن وذات التلاوة الخ۔

علاوہ ازیں جس آیت کو اسکا ناسخ ہونا تفسیر بیضاوی کمالین اور معالم میں نقل کیا ہے یعنی ترجی من تشاء منهن وتؤوي اليك من تشاء اس میں ایک حرف بھی اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ازواج موجودہ کے سوا اُن کے غیر سے نکاح کیا جاوے۔ بعض نے اور بھی ترقی کر کے یہ کہا ہے کہ اس ۴۱۔ آیت کی اور بھی پہلے کی یعنی ۳۹۔ آیت اسکی ناسخ ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔ نسخ کیا ہوا ایک وبا ہے کہ پیچھا ہی نہیں چھوڑتی۔ بلا دلیل اور بغیر ضرورت اُلٹی پلٹی باتیں خلاف تحقیق جو جی میں آتا ہے صرف بات کی پچ پر کہہ دیتے ہیں۔ البتہ رجماً بالغیب ایک قول حضرت عایشہ کا نقل کرتے ہیں کہ ما مات رسول الله حتی احل له النساء یہی الفاظ ہیں تفسیر کشاف و کبیر اور صحیح ترمذی کے اور اس سے کوئی حرف زیادہ نہیں ہے اور یہ سچ ہے اس میں اشارہ ہے اس پر کہ جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازدواج کی علت تنزیل میں ظاہر ہو چکی ہے پس نسخ کا مذکور تو کہیں خواب و خیال میں بھی نہیں ہے۔ اب اگر اس پر بھی نہ مانیں اور حضرت عایشہ کے قول کو پھیر پھار کر اپنے ہی مطلب پر لا دیں تو اُسکے معارضہ میں ہم نسخ کا

۵۱ ایک مخالف نے یہ اعتراض کیا کہ گو اس آیت میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ازدواج کی اجازت

یعنی اسوقت سے سب عورتیں تجھ پر حرام ہیں اور اس لیئے اُن عورتوں کے (جن کا ذکر ہوا) بدلے اور عورتیں کرنی بھی (ایسی حالت میں کہ اُن میں سے کوئی مر جائے

قول پیش کرینگے جو لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتے تک وہی حرمت کا حکم جو لا یحل لك النساء من بعد میں تھا قایم رہا چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں ہے قال انس ومات علی التحریم ؎

مطلب

تائید الاسلام مطبوعہ ۱۸۷۳ء کے صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹ میں دو روایتیں ترمذی سے اِس کے لیئے نقل ہوئی ہیں کہ سورۂ احزاب کی ۴۱ آیت کے بعد ۴۹ آیت نازل ہوئی یہاں زیادہ تفصیل کی گنجایش نہیں مگر اس قدر تنبیہ کرنی ضرور ہے کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں کیونکہ وہ حسن ہیں اور حسن صحیح سے کمتر ہے۔ جسکے راوی درجہ عدالت تک نہیں پہونچے گو فاسق بھی نہوں۔ اور دوسرے یہ کہ وہ روایتیں صرف عبد الحمید بن بہرام کے واسطے سے ہیں اور اس نے عبد اللہ بن موسیٰ سے روایت کی ہے مگر عبد بن حمید کی روایت جو منقول ہے وہ وہ ہے جو شہر بن حوشب سے ہو چنانچہ ابو عیسےٰ ترمذی نے اُن روایتوں کے نیچے لکھا ہے۔ سمعت احمد بن الحسن یذکر عن احمد بن حنبل قال لا باس بحدیث عبد الحمید بن بهرام عن شهر بن حوشب انتهی۔ پس وہ روایتیں کبھی اس لایق نہونگی کہ وہ نظم و ترتیب قرآن کو مختل کر دیں یا کسی واہیات اور منکر مضمون کی اُن سے تائید ہو سکے +

نہوئی مگر ملک یمین میں تو آزادی حاصل ہے۔ اِس مقام پر جو لفظ اِدٰلیبی تم اہل اعترا(ض) میں ہے وہ تو ایک تیر جگر دوز ہے۔ مگر عامہ مسلمین کو اسکی کیا پروا ہے۔ الا درحقیقت کوئی یہ پوچھے کہ حضرت ملک یمین لغت کی رو سے لونڈی کو کہتے ہیں یا یہ لفظ

یا طلاق پالے) حرام ہوئیں گو اوروں کی صورت پسند بھی ہو (تب بھی تجھ کو سخت قید اور بند اور شہوات نفس کے خلاف بلکہ میلان قلب کے بھی خلاف حکم دیا گیا جسمیں نبی کا ضبط اور سایر مسلمین سے عفت اور مخالفت نفس میں استقلال اور برتری ظاہر ہوا اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ کوئی جھوٹا آدمی ایسے احکام اپنی غرض کے خلاف صادر نہیں کر سکتا)۔ مگر یہ حرمت اُن عورتوں سے متعلق نہیں

منقول شرعی یعنی فقہا کی اصطلاح ہے۔ پہلی صورت کی سند لائیے اور دوسری صورت میں قرآن کے الفاظ کو فقہا کی اصطلاح پر محدود و محمول نہ فرمائیے۔ ابی العالیہ اور سعید بن جبیر اور عطا اور سدی متقدمین مفسرین نے تصریح کی ہے کہ ملک یمین نکاح میں بھی پائی جاتی ہے (دیکھئے تفسیر مجمع البیان اور نیز تفسیر کبیر) پس چونکہ مضمون عدم حلت نسوان زمان موجودہ و منکوحہ پر بھی حاوی تھا کہ اس وقت کے بعد سے تمپر عورتیں حلال نہیں۔ اس لیئے الا ما ملکت یمینک کہنا ضرور ہوا کہ جو عورتیں ملک نکاح میں آ چکی تھیں وہ مستثنیٰ رہیں ❊

اور ملکت جو ماضی کا صیغہ ہے وہ تو حقیقت میں ماضی پر دلالت کرتا ہے اُس کو مستقبل پر حمل کرنا مجازی طور پر ہے اور حقیقت سے مجاز کی طرف جانیکے لیئے کوئی قرینہ صارف عن الظاہر ضرور ہونا چاہیئے۔ ایک صاحب فارسی کا یہ شعر تو پڑھتے ہیں۔ چار جا ماضی بیاید معنیش مستقبل الخ۔ مگر کوئی صاحب حقیقت سے عدول کرنے کی ضرورت شدید اور مانع قوی اور قرینہ واضح بیان نہیں کر سکتے۔ اور ظاہر ہے کہ صرف بیاید کچھ کام نہیں آ سکتا فتدبر ولا تکن من الجاہلین و تامل حتی یاتیک الیقین ❊

ہے جو تیری ملک نکاح میں آچکی ہیں (کیونکہ پہلے سے فعل نبی اور عطاے مہر سے نکاح میں بطور معروف آچکی اور پچھلی آیت میں انکی تحلیل بھی ظاہر ہو چکی ہے)*

پس اب اس بیان سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے کہ اس پہلی آیت میں (احزاب ۵۹ آیۃ) نہ تو کسی نئی بات کی ایجاد ہے اور نہ کسی امر غیر موجودہ کے پیدا ہونیکا حکم اور نہ آیندہ کو کسی نئی بات کا استحقاق ہے اور نہ کوئی مفید مطلب پروانگی ہے اور جو کچھ تخصیص من دون المومنین ہے وہ ممانعت اور قید کی صورت ہے نہ کہ آزادی اور بے قیدی کی کیونکہ عوام مسلمین کے لیئے صرف عدد کا تعین تھا نہ کہ منکوحات کا اور ممکن ہے کہ موت یا طلاق کی صورت میں ہمیشہ اول بدل ہوتا رہے مگر جناب پیغمبر صلعم کی نسبت تخصیص تھی منکوحات کی کہ نہ تو ان عورتوں سے زیادہ کوئی اور نکاح کر سکتے تھے اور نہ اُن کے بدلے میں نکاح کر سکتے تھے۔ پس ظاہر ہے کہ جناب پیغمبر کو نکاح کے باب میں اور مسلمانوں کی نسبت زیادہ دقت اور قید اور ممانعت تھی اور ایسا ہی شان نبی کے لائق بھی تھا۔ پس بہ صریح امتناعی احکام اور قہر نفس اور تحصین شدید کے جو مقتضائے بشریت پر صبر اور میلان قلبی پر جبر کرنے کے ہیں اُن سے صاف ثابت ہے کہ جناب پیغمبر صلعم نے جیسے اور احکام تنزیل وحی کے۔ مسلمانوں کی عفت اور پرہیزگاری کے بیان فرمائے اُن سے زیادہ اپنی مخالفت نفس کے احکام ظاہر فرمائے*

اس تقریر سے ڈین پریڈو اور فانڈر صاحبوں کے اعتراضات تو باطل ہی ہو گئے مگر بعض نافہم مسلمان جو اسلام کے نادان دوست ہیں اُن کی رکیک توجیہات اور خام خیالات بھی باطل ہو گئے وللہ الحمد علی ذلک

۲۵- اور منجملہ برکات اسلام ایک یہ ہے کہ اپنی جان کی حفاظت اور مہلکوں سے صیانت کا حکم ہے ؀

(۱) ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ بقر ۱۹۱ [ف]

Suicide and gladatorial shows mitigated.

(۲) ولاتقتلوا انفسکم۔ (۵ ح ۲ ع) ؀

خودکشی جس پر اس پہلی آیت میں اشارہ ہے جاہلیت کے زمانہ میں عرب و روم وغیرہ آباد ملکوں میں جہاں سیاست اور قانون سب نے تھے بے روک ٹوک جاری تھی اور بعض صورتیں آپ سے آپ مرجانے کی عبادت میں داخل تھیں ایک ڈو-ایل کی رسم ممالک فرنگ میں عجیب رسم تھی کہ دو آدمی باہم مقابلہ کرتے تھے اور گواہ بھی حاضر رہتے جو اُن کے ہاتھ میں آلات حرب دیتے اور انتظام کرتے تھے۔ اور اسکی بنا یہ اعتقاد ہوا کہ ضرور ہے کہ خدا ظالم کو بلا واسطہ سزا دے اور مظلوم کی نصرت کرے۔ چنانچہ یہاں تک یہ رسم بڑھی کہ مقدمات حقیت میں اسی رسم کو محک عدالت اور عیار حقیت قرار دیا۔ اگر ایک افتادہ زمین پر تنازع ہے تو اُنہوں نے کہا کہ آؤ لڑلیں جو مرجاوے وہ غیر حق پر تھا۔ کیا خوب عدالت تھی اور کیا اچھا فیصلہ ہوتا تھا۔ اسلام میں شروع سے اسکی اصلاح ہوئی اور صرف گواہوں پر یا قسم پر عیار عدالت قرار پایا اور نیز ذاتی تنازعات خارج از عدالت بھی ایسی ڈوایل

[ف] افضل العلما راڈویل صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد صلعم نے بالکل رائے کی آزادی کی تعلیم دی۔ انتہی۔ درحقیقت رائے کی آزادی بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا ثمرہ قوم اور ملک کی اصلاح پر بہت مفید ہے۔

سے طے ہوا کرتے تھے۔ اسلام میں بہت اُٹھ کے ہاتو مباہلہ ٹھوا +

کہتے ہیں کہ ۱۰۸۰ء میں جرمن گنڈبیالڈ بادشاہ نے اس رسم کو قسم کی جگہ فصل خصومات میں مقرر کیا۔ ان دونوں قسم کے ڈوایل یعنے ایک تو عدالت کی حیثیت سے دوسری مغائر عدالت کسی طرح پر جاری رہی یعنے تلواروں سے لڑنا اور پستولوں سے گولی مارنا۔ اور دوامنٹی ایک زہر آلود ایک روٹی کی بنی ہوئی کھلانا۔ انگلستان کے بادشاہوں نے آخر زمانہ میں اس رسم کے بند کرنے کا بڑا اہتمام کیا لیکن فرانس میں اسکا رواج کثرت سے رہا +

۲۶- اور کئی ایک احکام بڑی تاکید سے ہر ایک طبقہ کے انسان سے نیکی اور رعایت کرنے کے قرآن میں بکثرت ہیں

(۱) وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم (نساء ۶ع) پھر سورہ بقر میں ہے

Islam inculcates to show kindness to parents, to kindred to orphans, to poors, to neighbours whether kinsmen or strangers, to a fellow traveller, to wayfarers, to slaves and captives &c

(ب) واتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب"۔ (۲۲ع)

اسمیں (۱ و ۲) والدین سے نیکی کرنی (۳) رشتہ داروں سے (۴) یتیموں سے (۵) محتاجوں سے احسان کرنا (۶) پڑوسی ناتے والے سے (۷) اور بیگانے پڑوسی سے (۸) اپنے رفیق سے (۹) مسافر سے (۱۰) غلاموں سے خادموں سے -

(۱۱) قیدیوں سے نیک سلوک کرنا اور اُن کو اپنا مال دینا بڑی تاکید سے واجب قرار دیا ہے۔

ایسی کوئی قسم جنس انسان کی ایسی باقی نہیں رہی جس پر اسلام نے شفقت کرنے اور نیکی سے پیش آنے کا حکم نہ دیا ہو۔ نہ صرف ایک یا دو ہی جگہ بلکہ مختلف طور سے اور جدا جدا القریب سے ان احسانات اور خیرات کو بیان فرمایا ہے۔

(ج) "ما انفقتم من خیر (۲) فللوالدین (۳) والاقربین (۴) والیتامیٰ (۵) والمساکین (۶) وابن السبیل" (۲ح)

(د) "(۲) وبالوالدین احسانا۔ اما یبلغن عندک الکبر احدھما اوکلاھما فلا تقل لھما اُفٍ ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریما۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا" (۱۵ح)

اور ماں باپ سے نیکی کرو اور جو کوئی ان دونوں میں سے بڈھا ہو جاوے تو نہ گھڑک اور نہ جھڑک اُن کو اور اُن سے ادب کی بات کہہ۔ اور جھکا اُنکے آگے کندھے عاجزی کر کے پیار سے اور کہہ اے رب اِن پر رحم کر جیسا پالا اُنہوں نے مجھے چھوٹا سا۔

(۸) وآت (۳) ذی القربیٰ حقہ (۵) والمساکین (۹) وابن السبیل

یعنی اور دیدے پالنے والوں کا حق اور محتاج کا اور مسافر کا (ایضاً)

(و) "ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا (۴) اولی القربیٰ (۵) والمساکین (۹) والمھاجرین فی سبیل اللہ"۔ (نور)

اور قسم نہ کھاویں بڑائی والے تم میں سے اور کشایش والے کہ ملنے والوں محتاجوں اور خدا کی راہ میں وطن چھوڑنے والوں کو مال نہ دیویں۔

(ز) "ووصينا الانسان (۲) بوالديه احسانا حملته امه کرھًا ووضعته کرھا" (احقاف ع ۲)

اور ہمنے تقید کیا ہے انسان کو اپنے ماباپ سے بھلائی کا پیٹ میں رکھا اسکو اسکی ماں نے تکلیف سے اور جنا اُس کو تکلیف سے ؛

(ح) "فلا اقتحم العقبة وما ادراك ما العقبه (۱۱) فك رقبة او اطعام في يوم ذي مسغبة (۲) يتيما ذا مقربة او (۵) مسكينا ذا متربة" ؛

اور انسان نہ ہمک سکا گھاٹی کو اور وہ گھاٹی کیا ہے۔ آزاد کرنا غلام کا یا کھانا کھلانا بھوک کے دن میں بے باپ کے لڑکے کو جو ناتے وار ہے یا محتاج کو جو خاک میں رُلتا ہے" (بلد)

(ط) "فاما اليتيم فلا تقهر واما السائل فلا تنهر" (ضحی)

سو جو یتیم ہو اسکو نہ دبا اور جو مانگتا ہو اسکو نہ جھڑک۔

ان احکام کو جو جملہ طبقات ناس کی ہر ایک قسم پر حاوی ہیں توریت اور انجیل اور حکماء سلف کی وصیتوں سے مقابلہ کر لو ایسی جامعیت اور تفصیل ایسی عمدہ ترتیب اور قدرتی نظام کی رعایت اور عموماً احسان کے احکام نہ پاؤ گے ؛

۲۷- غلاموں کی حالت بالتخصیص بڑی اصلاح کی محتاج تھی اُنکی آزادی اور آیندہ کے سدباب کے لیئے بڑی کوشش اور اہتمام ہوا اور کتاب کا امر محکم اور حکم لازم صادر کیا۔

Islam liberated slaves not as only a merit, but as strict and an indispensable duty.

والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا واتوھم من مال اللہ الذی اتاکم" (نور) [1]

یعنی جو کوئی لونڈی یا غلام یہ کہے کہ میں اتنی مدت میں اس قدر روپیہ کما دونگا مجھے ابھی آزاد کردو تو ان کو اقرار لکھ دو اگر ان میں نیکی دیکھو اور دو اُن کو اللہ کے مال سے جو تم کو دیا ہے ۔

[1] داؤد الاصفہانی وغیرہ (جن کو یہ اہل الرائے اصحاب الظواہر کہتے ہیں) اور اور علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ امر کتابت کا ایجاب کے واسطے ہے یعنی جب غلام درخواست کرے اپنی آزادی کی اقرارنامہ پر اور مالک سمجھے کہ اسمیں اسکی بہتری ہے تو فوراً آزاد کردے ۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب اسلام کی اصلی نیکی اور خیر اور اصلاح پر نظر کرتے ہیں تو بالفرض ہم اپنے وجدان سلیم سے یہی پاتے ہیں کہ یہ حکم وجوب کے واسطے ہے کئی وجہ سے (۱) یہ کہ امر تو ایجاب کیواسطے ہوتا ہے اور اس کا سبب نزول بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ خریطیب بن عبدالعزی کے غلام نے جس کا نام صبیح تھا کتابت چاہی تو اس کے آقا نے انکار کیا اس پر یہ حکم ہوا اس سے ظاہر ہے کہ انکار کے مقابلہ میں حکم دیا تو ضرور ہے کہ وہ حکم واجب ہو (۲) حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو مکاتب کرنے کا حکم دیا اس نے انکار کیا تو انہوں نے اسکی تعزیر کی پس اگر کتابت واجب نہ ہوتی تو اسکو مارنا جبر اور ظلم ٹھیرتا حالانکہ اصحاب میں سے کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا تو گویا یہ مسئلہ اجماعی ہوگیا۔ (۳) عمر ابن دینار عطا و داؤد بن علی اور محمد بن جریر بیان پر وجوب کے قایل ہوئے ہیں۔ پس ان سب قرائن پر نظر کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کتابت واجب ہے اور درحقیقت یہ بڑی فضیلت ہے اسلام کی ۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ امر مندوب ہے انکی واہیات سی حجت اور نامعقول سا قیاس ہے

اور جب مالک سے اس طرح اقرار نامہ ہو جاوے تو پھر سب پر (جن میں مالک بھی ہے) واجب کیا کہ اس کا زر کتابت پورا کر دیں اور مالک کو بھی لازم ہوا کہ

تردید شافعیہ

وہ کہتے ہیں کہ مکاتب کرنا اور بیع ڈالنا برابر ہے اور بیع کرنا واجب نہیں ہے تو مکاتب کرنا بھی واجب نہ ہوگا گو مستحب ہو مگر افسوس کہ انہوں نے حکم کتابت کی خوبی نہیں پائی۔ اُن کے ذہن اور طبیعتیں ایسی پست اور دبی ہوئی ہیں کہ انسان کی بھلائی اور فطرتی آزادی اور غلاموں کے آزاد کرنے کے محاسن اور اسلام کا مقصد اصلی غلاموں کے حق میں رعایت اور احسان کرنا اور اس امر خاص میں تمام دنیا کے مذاہب اور شرائع پر فوقیت اور فضیلت پانا اُن کی سمجھ ہی میں نہیں آتا۔ کتابت کے معاملہ کو بھی اُنہوں نے قرضہ کا سا معاملہ سمجھ لیا حالانکہ انہیں کے اصول موضوعہ پر کتابت کا روپیہ کوئی دین صحیح نہیں ہے کیونکہ آقا کا غلام پر کوئی قرضہ نہیں ہو سکتا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ مکاتبت کا روپیہ آقا کو دلوانے کا حکم صرف اُسکے آنسو پونچھنا ہیں ورنہ ادھر تو آقا کو حکم واجب ہے کہ مکاتب کو اپنے مال میں سے دو۔

اور لطف یہ ہے کہ امام شافعی اس "واتوھم من مال اللہ الذی اتاکم" کو واجب جانتے حالانکہ یہ فرع ہے کتابت کی پس مکاتبہ بھی واجب ہوگا کیونکہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہے علاوہ ازیں ایک اور اعتراض اس حکم کے مندوب ہونے پر یہ ہے کہ مندوب در حقیقت مامور بہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ مندوب میں ایجاب نہیں ہے اور امر ایجاب ہی کیواسطے حقیقت میں ہوتا ہے۔ اور اگر مندوب بہ مامور بہ ہو سکے تو ترک مندوب گناہ ہوگا حالانکہ ترک مندوب بالاتفاق معصیت نہیں تو مندوب مامور بہ بھی نہیں ہو سکتا دیکھو مسلم الثبوت مقالہ دوم باب ۲ اور کشف المبہم (ص ۱۸۸ تا ۱۹۰)

پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں امر ایجاب کے واسطے ہے۔

اِس اقرار میں سے ایک مقدار کثیر چھوڑ دے چنانچہ کلبی اور مقاتل اور نخعی نے یہی تفسیر کی ہے اور امام شافعی رح کا بھی مختار ہے کہ مالک پر واجب ہے کہ مکاتب کو مال دیوے کیونکہ امر وجوب کے لیئے ہے +

تفسیر کبیر میں ہے ثالثها ان هذا الامر من الله تعالیٰ للسادة والناس ان یعینوا المکاتب علی بما الکتابته یمکنهم وهذا قول الکلبی وعکرمه والمقاتل والنخعی + + + قال الشافعی یجب علی المولی ایتاء المکاتب وهو ان یحط عنه جزء من مال الکتابة او یدفع الیه جزءً مما اخذ منه + + + وحجة الشافعی ظاهر قوله واتوهم من مال الله الذی اتاکم والامر للوجوب الخ +

اور چونکہ امر وجوب کے واسطے ہے تو اب ہمارا استدلال اس آیت سے یہ ہے کہ جبکہ غلاموں کی آزادی کتابت کے ذریعہ سے واجب ٹھیرائی گئی تو جو چیز اس آزادی کی ضد ہے یعنی غلام بنانا وہ حرام اور منع ٹھیرائی گئی کیونکہ اصول میں مسلم مسئلہ ہے۔ وجوب الشیء یتضمن حرمة ضده +

اور اصطلاحات پر بنا نہ رکھی جاوے تو بھی عقلاً ظاہر ہے کہ جس چیز کے گھٹانے کم کرنے روکنے اور موقوف کرنیکے واسطے تدبیریں کی جاویں گی تو ایسی شئے کا زیادہ کرنا یا ابتداء کرنا بڑھانا اور رواج دینا ضرور ممنوع ہوگا۔ پس جبکہ اسلام نے فک رقبہ اور عتاق اور مکاتبہ کے احکام وجوبی صادر کیئے تو اسکی ضد استرقاق کو ضرور منع کیا +

ایک شبہ یہاں پر یہ ہو سکتا ہے کہ مکاتب کرکے چھوڑ دینے میں قید لگائی

گئی ہے ان علمتم فیہم خیرا کی۔ پس شرط کے مفقود ہونے پر بدستور غلامی کی حالت قایم رہے گی +

مگر یہ شبہ بے اصل ہے کیونکہ ضرور نہیں کہ ہر جگہ ان شرطیہ ہو۔ اِن اور طرح بھی قرآن میں کئی جگہ آیا ہے منجملہ اسکے تعلیل اور قد کے معنی میں اور جس چیز کا فعل محقق الوقوع ہو وہاں تعلیل ہی کے معنی مناسب ہونگے۔ دیکھیئے۔

۱۔ لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ +

۲۔ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین +

۳۔ وانتم الاعلون ان کنتم مومنین +

اور قد کے معنی اِس آیت میں ۔

۴۔ فذکر ان نفعت الذکریٰ +

اس میں شرط کے معنی صحیح نہیں کیونکہ ذکر اور وعظ تو ہر حال میں مامور بہ ہے ایسے ہی مکاتبہ میں بھی شرط کے معنی صحیح نہیں کیونکہ کتاب تو مامور بہ اور امر وجوبی ہے۔ پس آیت کے معنی بہت چسپاں اور مناسب ہونگے کہ جو تمہارے غلام تم سے آزادی پر اقرار نامہ لکھوانا چاہیں اُن کو لکھدو کیونکہ تم اُن میں بھلائی جان چکے ہو +

اور اس تفسیر پر اِن علمتم فیہم خیرا میں اس بات پر بھی اشارہ ہے کہ مکاتبہ تو واجب ہی ہے مگر بلا درخواست کتابت بھی فی نفسہ غلام کی آزادی واجب ہے

۵۔ اور لفظ اِن کی بحث میں دور کیوں جاؤ اِسی آیت کے بعد کی آیت میں دیکھئے اِن کیا معنے دیتا ہے +

ولاتکرھوا فتیٰتکم علی البغاء ان اردن تحصناً۔

۲۸۔ نہ صرف ایک مکاتب کرنے کا ہی حکم دیا بلکہ بہت سے احکام جن سے غلاموں کی سختی جاتی رہی اور اُنکی حالت میں بہ نسبت سابق کے بہت کچھ اسائش اور بہبودی میں ترقی ہوگئی چنانچہ ہمارے

Treatment of slaves among Muhammedans more liberal than in other nations.

یہاں کی کتب صحاح و مسانید و مجامع میں بہت سی حدیثیں اور فقہ کی کتابوں میں بہت سے مسایل ایسے عمدہ اور کثرت سے ہیں کہ اگر اسی قدر ہی احکام ہوتے تو بھی بہ نسبت اور قوموں کے رسم قانون کے مسلمانوں کی رسم وقانون میں بہت ترقی اور آسانی تھی اور انھیں احکام قرآنی اور مسائل فقہیہ کی بدولت ہند کے مسلمانوں میں غلاموں اور خدمتگاروں میں صرف نام کا ہی فرق رہ گیا تھا اور چونکہ اسلام کو غلاموں کے حق میں زیادہ رعایت منظور رہی ہے اِس لیئے غلام کو اِس ملک میں اپنے مایحتاج کی فکر نہیں کرنی پڑتی تھی اور نہ اسکو اپنے بال بچوں کی طرف سے تردد رہتا تھا اِس کے مسلمان آقا کو خود ہی اسکی تمام ضروریات کی فکر واجب ولازم ہوتی تھی اور اس سے بہ نرمی اور ملایمت سے پیش آیا جاتا تھا اور اس اتفاق کے بدلے میں غلام سے صرف گھر کا معمولی اور آسان کام لیا جاتا تھا۔ یہ کیفیت میں اُس وقت کی بیان کرتا ہوں جب ہندوستان میں انگریزی عملداری کی جانب سے غلاموں کی حالت میں دست اندازی نہیں ہوئی تھی (دیکھو رسالہ مکناٹن مطبوعہ ولسن) ہمکو اس بات کے ثبوت میں کہ مسلمانوں کے فقہی مسائل کا برتاؤ بھی غلاموں کے حق میں بہ نسبت اور قوموں کی شریعت کے بہت

نرم اور ملائم ہے یہ قول پیش کرنا ضرور ہے کہ جب ہندوستان میں مسٹر رچارڈسن بند لیکھنڈ کے جج اور مجسٹریٹ نے سنہ ۱۸۰۸ء میں انسداد رسم غلامی میں ایک مسودہ قانون تصنیف کیا تو اس میں اُنھوں نے یہ رائے دی کہ اگر ہندوستان میں سے رسم غلامی کو قطعاً موقوف کر دینا مناسب نہ ہو تو ہندؤں کے شاستر کے احکام ترک کر کے اُنکی جگہ ہر ایک بات میں شریعت اسلام کے احکام کو رواج دیا جاوے کیونکہ وہ غلاموں کے حق میں بہت ہی ملایم ہیں ؛

۲۹- یہ سب تدبیریں تو اس وقت کے موجود غلاموں کی آزادی کی تھیں اور ہر چند کہ عقل خیر اندیش کو آیندہ غلام بنانا اس سے ممنوع پایا جاتا مگر اس وقت کے اذہان اور عقول انسان کے فطرتی آزادی کا ادراک اچھی طرح نہیں کر سکتے تھے اور ہر ایک بشر کا وجدان سلیم اس پر گواہی دیتا ہے کہ وہ کبھی اپنی ذات یا عزیزوں کیلئے غلامی پسند نہ کریگا اور یہ ایک قدرتی دلیل ہے اسکے فطرت آلٰہیہ کے خلاف ہونے کی کہ اُسکی ناجوازی اور ناگواری انسان کی طبیعت اور جبلت میں رکھ دی گئی ہے اِلّا رسم قدیم جاہلیت کی گمراہی سے عوام لوگ اسکے محاسن عقلی کو خوب نہیں پہچانتے تھے اور ایسے امور کی اصلاح صرف علوم کی تدریجی اشاعت اور تزکیہ اور حکمت کی تعلیم سے ہو سکتی ہے تاکہ ہر ایک قوم احکام الٰہی کی بصیرت اور عقل کی ہدایت سے دریافت کرے کہ درحقیقت تمامی خلق اللہ کی

The Koran (Chapter XLVIII—4) abolished future slavery and concubinage by ordering that the Captives of war to be either dismissed freely or ransomed a law or universal obligation.

بہبود اور عافیت اور عقلی اور مذہبی تمدنی اور حسن عشرت کی اصلاح اسی آزادی پر موقوف ہے اس لیئے ضرور ہوا کہ آیندہ کی رسم غلامی کے موقوف اور مسدود ہونے کے لیئے صاف صاف حکم دیا جاوے۔ چنانچہ سورہ محمد میں فرمایا۔

" فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا"

چونکہ لڑائیوں کے قیدی غلام بنائے جاتے تھے غلامی کی رسم کی ابتدا یہی معلوم ہوتی ہے اور اس وقت کی رسم میں لڑائی کے قیدیوں سے چار طرح پر سلوک کیا جاتا تھا (۱) قتل کرنا (۲) غلام بنانا (۳) احسان رکھ کر چھوڑ دینا (۴) فدیہ لیکر چھوڑنا۔ اس آیت نے صرف ۳ و ۴ صورت پر لڑائی کے قیدیوں کے حق میں عمل کرنا منحصر کیا اور ۲ اگلی صورتوں کو بالکل موقوف اور مسدود کر دیا۔ اور یہ اسلام کی ایسی برکت اور اتنا بڑا احسان ہے کہ کسی مذہب و ملت میں ایسی تدبیر انسان کی فلاح اور اصلاح کی نہیں کی گئی +

۳۰۔ اس آیت محکم پر کئی طور سے بحث ہوئی ہے اور رسالہ تبرئۃ الاسلام عن شین الامۃ والغلام میں سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی نے بحد و تفصیل بالاکلام سے اس کے ہر ایک پہلو اور جانب پر بحث کی ہے اور اسلام میں یہ اول تحریر و تصنیف ہے جو اس آیۃ کی تنزیہ اور تفسیر میں ہوئی ہو اور جس نے تمام عالم پر اسلام کی فضیلت ثابت کی ہو اور ہمارا یہ مضمون ایسے فقہی مباحثوں کیلئے نہیں ہے اس میں ہم مختصر گفتگو نفس آیت کے متعلق کریں گے

(ا) زمانہ نزول آیت

مسلمانوں میں یہ اصطلاح کہ فلاں سورت مکی ہے یا مدنی مختلف ہے۔ بعض تو اس اصطلاح کو زمانہ کی بنا پر رکھتے ہیں یعنی تاریخ کی حیثیت سے جو آیت قبل ہجرت نازل ہوئی ہو وہ مکی ہے اور جو بعد ہجرت ظاہر ہوئی ہو وہ مدنی ہے خواہ مکہ ہی میں سال حج یا سال فتح مکہ کو آئی ہو۔ اور بعضے اس اصطلاح کو صرف مکان کے متعلق رکھتے ہیں یعنے جو سورت مکہ میں نازل ہوئی ہو خواہ قبل ہجرت یا بعد ہجرت وہ مکی ہے اور جو مدینہ میں وہ مدنی ہے (دیکھو تفسیر اتقان فی علوم القرآن۔ نوع ۱) اور اسی اصطلاح کی بناء پر سورہ محمد بھی مختلف ہے۔ بعضے کہتے ہیں مدنی ہے اور یہ سچ ہے کیونکہ بعد ہجرت نازل ہوئی۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ مکی ہے اور یہ بھی سچ ہے کیونکہ مکہ میں نازل ہوئی یعنی ۸ھ ہجری میں۔ پس یہ سورت جو بعد ہجرت کے مکے میں نازل ہوئی اس لیے مدنی ہے اور مکی بھی۔ پس یہ صرف اصطلاح کی تکرار تھی نہ کہ حقیقت میں اس کے شہر مکہ میں بعد ہجرت نازل ہونے پر کچھ شبہ اور تردد ہو ۔

علامہ سیوطی نے اس سورہ کو مختلف فیہ سورتوں میں درج کیا ہے (مقام مذکور) اور لکھتے ہیں سورۃ محمد حکی النفسی قولا غریبا انہا مکیۃ۔ اس میں غرابت صرف اصطلاح کی بنا پر ہے نہ کہ حقیقت میں ۔

(ب) آیت کی دلالت

اسمیں کچھ گفتگو اور نزاع نہیں ہو سکتی کہ اس آیت میں لڑائی کے قیدیوں کے

لئے بجز من اور فدا کے اور کوئی صورت نہیں ہے اور اختیار نہیں کہ سوائے
ان دو صورتوں کے اور کسی طرح سے پیش آیا جاوے۔ متعدد مفسرین و صحابہ
و تابعین جو اس آیت کے نسخ کے قایل ہیں وہ ہمارے استدلال کے مؤید ہیں کیونکہ
اگر اس آیت سے قیدیوں کا غلام بنانا بھی کسی تاویل بعید و توجیہہ غیر سدید سے
نکل سکتا تو نسخ کی کیا ضرورت تھی۔ تفسیر کمالین میں ہے روی عن ابن عمر و عباس
والحسن و ابن سیرین وقال ابو حنیفۃ والاوزاعی ھی منسوخۃ لقولہ تعالیٰ
فی البراءۃ واقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم لان البراءۃ آخر ما نزل
وروی عن قتادۃ ومجاھد وعطاء وسدی وروی عن ابن عباس ایضاً
اور تفسیر بیضاوی میں ہے منسوخ عند ابی حنیفۃ او مخصوص بحرب بدر
فانھم قالوا بتعین القتل والاسترقاق۔ اور بیضاوی کے حاشیہ پر لفظ نسخ
کی ذیل میں لکھا ہے۔

والیہ ذھب ابن عباس وقتادۃ وابن جریج والسدی والضحاک
ومجاھد وروی نحوہ عن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

پس فقہا و مفسرین جن میں صحابہ و تابعین بھی داخل ہیں یعنی (۱) ابن عمر
(۲) عباس (۳) حسن ابن سیرین (۴) ابو حنیفہ (۵) اوزاعی (۶) قتادہ (۷)
مجاہد (۸) عطاء (۹) سدی (۱۰) ابن عباس (۱۱) ابن جریج (۱۲) ضحاک
(۱۳) ابی بکر رضی اللہ عنہ۔ اس آیت میں بجز ان دو صورتوں کے اور کوئی تیسری
صورت نہیں سمجھتے تھے اور اسی لیئے بضرورت قتل یا استرقاق اسکو منسوخ بتلاتے ہیں
اور (۱۴) امام شافعی و (۱۵) مالک و (۱۶) حنبل تو اس آیت کو مخصوص

بھی نہیں بتلاتے چہ جائیکہ نسوخ۔ چنانچہ محلے شرح موطا میں لکھا ہے۔ قولہ فاما منا بعد واما فداء الخ فاماتمنون منا بالاطلاق واما تفدون فداء بالاسترقاق وھو ثابت عند الائمۃ الثلاثۃ منسوخ عند ابی حنیفۃ لقولہ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموا ھم لان سورۃ براءۃ اخر ما نزل او مخصوص بحرب بدر و یتعین عندھم القتل والاسترقاق فالمن العتاقۃ لاغیر۔ یعنی یا تو اُن کو احسان رکھ کر چھوڑ دو اور یا بمقابلہ استرقاق کے اُن سے فدیہ لیلو اور یہ آیت تینوں اماموں کے نزدیک غیر منسوخ ہے اور ابی حنیفہ کے نزدیک منسوخ ہے۔ اقتلوا المشرکین سے کیونکہ سورہ براءۃ آخر نازل ہوئی یا بدر کی لڑائی سے مخصوص ہے اور اُن کے نزدیک قتل اور استرقاق متعین ہے پس مَنّ کے معنی بجز چھوڑ دینے کے اور کچھ نہیں ہیں +

(ج) بحث نسخ

امام شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ تو اس آیت کو ثابت بتلاتے ہیں الا حضرات حنفیہ اس کو منسوخ ٹھیراتے ہیں اور ناسخ اس کا سورہ براءت کی پانچویں آیت کو قرار دیتے ہیں +

نسخ کی بحث میں تاریخ کا تعین تو ضرور ہے کیونکہ منسوخ کو زمانہ میں تقدم ہونا چاہئے اور ناسخ کو تاخر۔ مگر امر تنقیح طلب میں کسی قدر بے انضباطی ہوتی ہے اور عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ سورہ براءت آخر ما نزل ہے مگر یہ جہت ٹھیک نہیں ہے۔ آیتوں کے باب میں تو روایتیں بہت ہی مختلف ہیں اور ہر ایک نے اپنے

علم اور رائے سے بعض بعض آیتوں کو آخر ما نزل قرار دیا ہے اسی طرح سورتوں میں بھی اختلاف ہے۔

اخرج مسلم عن ابن عباس رضی اللہ قال آخر سورۃ نزلت اذا جاء نصر اللہ والفتح۔

اخرج الترمذی والحاکم عن عایشۃ قالت آخر سورۃ نزلت المایدۃ واخرج ایضاً عن عبد اللہ ابن عمر قال آخر سورۃ نزلت سورۃ المائدۃ والفتح (اذا جاء نصر اللہ)

وفی حدیث عثمان المشہور براءۃ من آخر القرآن نزولا۔ (الاتقان ۶۲)

(عن البراء ابن عازب آخر سورۃ نزلت کاملۃ براءۃ بخاری)

اگر یہ روایتیں صحیح ہوں تو ان اختلافات کی تطبیق اس طرح پر ہوسکتی ہے کہ ہر ایک شخص نے اپنے معلومات کو بیان کیا پس اسمیں کوئی بات قطعی نہیں ہے

قال البیہقی یجمع بین ہذہ الاختلافات ان صحت بان کل واحد اجاب بما عندہ۔

قال ابوبکر فی الانتصار۔ ہذہ الاقوال لیس فیہا شئ مرفوع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکل قالہ بضرب من اجتہاد و غلبۃ الظن یحتمل ان کلامنہم اخبر عن اخر ما سمعہ من النبی الخ (الاتقان ۱۲)

پس تنقیح طلب اس امر کو قرار دینا چاہئے کہ (۱) آیا دونوں آیتوں میں یعنی سورہ محمد کی ۴ آیت اور سورہ براءت کی ۴ آیت میں ایسا اختلاف ہے کہ بغیر تسلیم نسخ کے رفع ہی نہیں ہوسکتا اور (۲) ان دونوں میں کونسی آیت (مع سورت)

مقدم ہے تاریخ نزول کے اعتبار سے (نہ کہ تاریخ اشتہار یا قرأت خاص کے لحاظ سے)
ہمنے جو یہ دو امر تنقیح طلب قرار دیئے ہیں اُن کو سب محققوں نے نسخ
کے لیئے ضروری قرار دیا ہے - ابن الحصار نے کیا خوب تقریر کی ہے ÷

انما یرجع فی النسخ الیٰ نقل صریح عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم او عن صحابي یقول آیۃ کذا نسخت کذا ÷ ÷ ÷ ÷ ÷
وقد یحکم بہ عند وجود التعارض المقطوع بہ مع علم التاریخ لیعرف
التقدم والتاخر ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ولا یعتمد فی النسخ علی قول عوام
المفسرین بل ولا اجتہاد المجتہدین من غیر نقل صحیح ولا معارضۃ
بینۃ لان النسخ یتضمن رفع حکم او اثبات حکم تقرر فی عہدہ صلے
اللہ علیہ وسلم فالمعتمد فیہ النقل والتاریخ دون الرای والاجتہاد
یعنی نسخ میں تو صرف رسول کے بیان صاف پر یا صحابی کے قول پر کہ اس آیۃ
نے اُس آیت کو منسوخ کیا رجوع ہو سکتا ہے اور جبکہ دونوں آیتوں میں قطعی تعارض
پایا جاوے اور ساتھ ہی اُسکے تاریخ سے اُن کا آگے پیچھے نازل ہونا بھی ثابت
ہو جائے تب نسخ مانا جا سکتا ہے - اور یوں نسخ میں عوام مفسروں کا قول اعتبار
کے لائق نہیں ہے بلکہ مجتہدوں کے اجتہاد کا بھی اعتماد نہیں ہے کیونکہ نسخ میں
ایک حکم کا جو رسول کے وقت میں مقرر تھا اُٹھانا یا ثابت کرنا ہوتا ہے پس اسمیں
نقل اور تاریخ ہی پر اعتماد ہو سکتا ہے نہ کہ رائے اور اجتہاد پر ÷

پس اب ہم ان دونوں تنقیحوں کی نسبت یہ لکھتے ہیں کہ -

(۱) ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض واقع نہیں ہے - سورہ محمد کی

چوتھی آیت میں قیدیوں کا حکم ہے کہ جب لڑائی کے بعد بقیۃ السیف رہ جاویں
اُن قیدیوں کو یا تو احسان رکھکر چھوڑ دیا جاوے اور یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا جاوے
اور سورہ براوت کی چوتھی آیت میں حکم ہے کہ مشرکوں کو جنہوں نے عہد توڑا ہے
قتل کیا جاوے پس اِن میں کچھ تعارض نہیں ہے +

(۲) کوئی حدیث صحیح جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے آجتک مدعیان نسخ
نے نقل نہیں کی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ براوت کی چوتھی آیت نے سورہ محمد کی
چوتھی آیت کو منسوخ کیا +

(۳) کسی صحابی سے کسی خبر واحد یا ضعیف میں بھی یہ منقول نہیں ہے کہ
اِس آیت نے اُس آیت کو منسوخ کر دیا اور نہ مدعیان نسخ کوئی ایسی روایت بتلا سکے
البتہ اوزاعی کا ایک قول پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ ترمذی نے لکھا ہے۔
قال الاوزاعی بلغنی ان ھذہ الایۃ قولہ تعالیٰ فاما منا بعد واما
فداء نسختہا فاقتلواھم حیث ثقفتموھم۔ مگر اوزاعی ہوں یا کوئی اَور ہو
اُن کو ایسی بے پر کی خبریں ملا کریں ایسی خبروں سے کیا ہوتا ہے جبتک کہ نقل
صریح اور روایت صحیح جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو ایسی خبریں محض بکار ہیں

(۴) نسخ کا امکان انھیں احکام میں ہو سکتا ہے جو غیر موقت ہوں اور سورہ
محمد کی چوتھی آیت تو موقت ہے حتی تضع الحرب اوزارھا پس یہ کسی طرح
منسوخ نہیں قرار پا سکتی۔ علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان نوع ۴۷ میں لکھا ہے
وقسم ھو قسم مخصوص لا من قسم المنسوخ وقد اعتنی ابن العربی بتحریرہ
فاجاد کقولہ ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا۔ والشعراء یتبعہم

التاوون الا الذین امنوا۔ فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ وغیر ذلک من الایات التی خصت باستثناء او غایۃ وقد اخطا من ادخلہا فی المنسوخ۔ ومنہ قولہ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن قیل انہ نسخ بقولہ والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب وانما ھو مخصوص بہ۔ انتہیٰ۔

(۵) آیتوں کی تاریخ نزول معلوم ہونی بہت دشوار ہے اور ہر ایک راوی اپنے علم اور قیاس سے کہتا ہے۔ اور اس کے علاوہ سبب نزول کی اصطلاح ایسی غیر منضبط اور وسیع مقرر ہوئی ہے کہ جس بات پر کسی آیت سے استدلال کیا جاتا ہے یا اس آیت کی مراد بیان کرنی مقصود ہوتی ہے وہاں بھی یہی بولتے ہیں نزلت فی کذا۔ پس اکثر تو ایسی روایتیں محض راویوں کے اجتہاد اور رائے پر ہیں نہ کہ تاریخی حالات اور نقل واقعات پر۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔ قولہم نزلت الایۃ فی کذا یراد بہ تارۃ سبب نزول ویراد بہ تارۃ ان ذلک داخل فی الآیۃ وان لم یکن السبب کما تقول عنی بہذہ الآیۃ کذا۔ اور زرکشی نے برہان میں لکھا ہے۔ قد عرف من عادۃ الصحابۃ والتابعین ان احدہم اذا قال نزلت ہذہ الآیۃ فی کذا فانہ یرید بذلک انہا تتضمن ہذا الحکم لا ان ہذا کان السبب فی نزولہا فہو من جنس استدلال علی الحکم بالآیۃ لا من جنس النقل لما وقع۔ پس جبکہ محاورات کی کیفیت اور اطلاقات کی یہ صورت ہو تو دشوار ہے کہ واقعی سبب نزول دریافت ہو سکے۔

(۶) کسی موقع خاص یا مشہد عام پر چند آیات کا پڑھا جانا یہ نہیں ثابت کرتا
کہ وہ آیت اسی وقت نازل ہوئی ہو۔ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
علی کو سورہ برات کی شروع کی آیتیں دیکر بھیجا تھا کہ حج اکبر کے دن ۹ھ ہجری
میں پڑھ سنانا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سورہ برات کی وہ آیتیں اسی وقت
نازل ہوئی تھیں ۔

(د) والمحصنات من النساء کی تفسیر

بعضے لوگوں نے نساء کی ۲۷۔ آیت اس مراد سے پیش کی ہے کہ سورہ محمد[۴]
کے بعد بھی آزاد عورتوں کی جو قید ہو آویں لونڈی بنانے کی اجازت ہے (استغفراللہ
اور حضرت ابو سعید خدری کی روایت پیش کی ہے جس کا ماحصل بروایت مسلم و
ترمذی نسائی اور ابو داؤد (قطع نظر از زیادت و نقصان الفاظ) یہ ہے کہ اوطاس
کے قیدیوں میں عورتیں بھی پکڑی آئیں تو مسلمانوں نے اُن عورتوں سے مباشرت
کرنے کو گناہ سمجھا اور خوف کھایا کیونکہ ان کے ازواج موجود تھے اسپر یہ آیت
نازل ہوئی والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم الخ اسمیں نزول کا
لفظ ان معنیوں میں تو صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت اسی قدر اور اسی وقت نازل ہوئی
تھی کیونکہ تاریخ کی راہ سے سورہ نساء ۳ھ ہجری کے قبل کی ہے اور ۲۶ اور ۲۸
آیت کے سیاق سے بھی اسکا علیحدہ ہونا بے موقع معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان نزلت
یا تو وہی اصطلاح ہے کہ یتضمن ذلک الحکم یا راوی نے اسکو اسی وقت سنا ہو
یا اور سلسلہ کے راویوں نے اسکو غیر منضبط طور سے بیان کیا غرض اس سے

قطع نظر کر کے نفس روایات کا مضمون جیسا میں سمجھتا ہوں عین حق و صواب ہے اور اُس وقت کے مسلمانوں کا اندیشہ و تامل بھی اُنکی احتیاط اور پرہیز گاری پر دال ہے ؛

لشکر میں تو سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں خصوصًا اوطاس وغیرہ لڑائیوں میں مکہ کے لوگ جو ابھی جدید الاسلام تھے بہت جمع تھے اوطاس کے قیدیوں میں عورتوں کو دیکھ کر بعض نے ایام جاہلیت کی رسم[۵۱] برتنے کا ذکر کیا ہوگا۔ مگر اور اصحاب نبی نے اس امر کو گناہ سمجھا اس لئے کہ ان عورتوں میں سے ہر ایک کے ازواج بھی مشرکوں میں موجود تھے (اور بعض بے شوہر بھی ہوں گی اور بعض کے شوہر بھی قید میں ساتھ ہی ہونگے)۔ کیونکہ قید ہو جانے سے نکاح تو فسخ نہیں ہو سکتا پس[۵۲] وہی ۲۷ آیت سورہ نساء کی اُس وقت پڑھی گئی جو ۲۶ - آیت سے متعلق ہے اور جس کے معنی یہ ہیں کہ زنان عفیفہ تم پر حرام ہیں مگر وہ عورتیں جن کو تم ملک نکاح میں لے آئے۔ اور اس طرح سے اُن لوگوں کو حکم الٰہی سنا کر اُس ارادہ قبیح سے باز رکھا ؛

مگر بعضے جاہلیت کی سی تربیت اور طبیعت والے راوی اپنے سبق ظن کی وجہ سے اس واقعہ کو اُلٹا سمجھے یا قصدًا اسی رسم کی طرف اسے پھیرنے لگے مگر بعضے راویوں نے جن پر تہذیب اسلام نے زیادہ اثر کیا تھا اتنا فقرہ

---

[۵۱] ایام جاہلیت میں جس عورت کو قید کر لیتے لڑائی میں اسکے اگلے نکاح کو فسخ سمجھ کر اس سے بے تکلف اور بلا توقف تصرف جائز سمجھتے تھے اسلام میں اسکی بڑی ممانعت ہوئی۔

[۵۲] قال ابو حنیفۃ لو سبی الزوجان لم یرتفع النکاح ولم تحل للسابی (تفسیر بیضاوی)

شرح کے طور پر پڑھا یا اذا انقضت عدتہن حالانکہ اس آیت میں محصنات سے زنان شوہر دار مراد ہی نہیں ہوسکتیں پھر عدت کی کیا ضرورت ہے۔ بعض مفسروں نے اس میں ایک اور حکم آلہی کی مخالفت دیکھ کر یہ تاویل کی کہ وہ قیدی عورتیں مسلمان ہوجاویں تب ان پر یہ حکم جاری ہو ورنہ مشرکہ سے تو ملک یمین کے طور پر مباشرت جایز نہیں (دیکھو تفسیر الجلالین ۵ح آیت ۱) حالانکہ کتب سیر و مغازی میں اوطاس کی قیدی عورتوں کے مسلمان ہوجانے کا ذکر نہیں ہے +

اور نہ اُن کی استبراء کا زمانہ پورا ہونے پایا کیونکہ بہت تھوڑے ہی عرصہ میں اُن کی قید اور رہائی احسان کے طور پر حسب حکم سورہ محمد آیت ۴ ہوگئی تھی + غرضکہ یہ تاویلیں اور شناعتیں ان معنوں پر اُٹھانی پڑتی ہیں جو بعض راویوں اور فقیہوں نے اپنے سبق ظن سے اختیار کرلی ہیں ورنہ کلام آلہی تو ہر ایک عیب و قصور سے پاک ہے +

۴۱۔ معاملات میں سچائی اور عدالت دیانت داری ایفاے عہد اور وزن اور پیمانہ میں راستبازی اصلاح منزل اور اطاعت حکام اور منع فتنہ وفساد اور اداے امانت کے احکام غرض جو جو باتیں حسن معاشرت کے اصول اور بنیاد ہیں اور جن پر ریاستوں اور سلطنتوں میں امن وامان قایم رہنا ہے اور جن پر

Islam enjoins charity, truthfulness in testimony, honesty in weights and measures and the faithful observance of covenants.

ف ابو علقمہ الہاشمی کی ایک روایت میں یہ فقرہ لکھا ہوا ہے اور اسی کی اور روایتوں میں نہیں ہے

خلائق کی بہبود منحصر ہے ان کی نسبت صاف صاف تعلیم ہوئی ہے:

(۱) ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون (تطفیف)

(۲) لا تطغوا فی المیزان۔ اقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان۔ (رحمٰن)

(۳) ولا تبذر تبذیرا۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا (اسرٰے)

(۴) ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔

(۵) اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔ (ایضًا)

(۶) اوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم (ایضًا)

(۷) اوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم فتزل قدم بعد ثبوتھا۔ (النحل)

(۸) یا ایھا الذین اٰمنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم (انفال)

(۹) واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی وبعھد اللہ اوفوا ذالکم وصٰکم بہ (انعام ۱۹)

(۱۰) یا ایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود (مائدہ)

(۱۱) واحفظوا ایمانکم (مائدہ)

(۱۲) یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین۔ (نساء)

(۱۳) یاایہاالذین امنوکونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لاتعدلوا - اعدلوا ہو اقرب للتقوی (مائدہ)

(۱۴) ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اہلہا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ (نساء)

(۱۵) لاتصعر خدک للناس لاتمش فی الارض مرحاً ان اللہ لایحب کل خوان کفور واقصد فی مشیک واغضض من صوتک (لقمان)

(۱۶) ولاتمش فی الارض مرحاً انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا - (اسرائیل)

(۱۷) یاایہاالذین امنوا لایسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منہم ولانساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منہن ولاتلمزوا انفسکم ولاتنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان (حجرات)

(۱۸) یاایہاالذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولایغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرہتموہ - (حجرات)

(۱۹) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم -

(۲۰) وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدیہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم - (حجرات)

اور بھی چند متفرق احکام جو مصالح نوعیہ کے قایم رکھنے اور ان میں باہم گرم

تعلقات کی رعایت اور پابندی کے لیئے ضروری ہیں یہ ہیں۔

(۲۱) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ (نحل)

(۲۲) یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون۔ (مایدہ)

(۲۳) طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم[۵]۔ (ایضاً)

---

[۵] شیخ الاسلام محی الدین نووی سے شرح صحیح مسلم (صفحہ ۱۴۶۔ جلد ۲ مطبوعہ منشی نول کشور) میں لکھا ہے وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم قال المفسرون المراد بہ الذبایح ولم یستثن منھا شیئًا لا لحمًا ولا شحمًا ولا غیرہ ففیہ حل ذبایح اھل کتاب وھو مجمع علیہ ولم یخالف فیہ الا الشیعۃ ومذھبنا ومذھب الجمھور اباحتھا سواء سموا اللہ تعالیٰ ام لا۔ وقال قوم لا یحل الا ان یسموا اللہ تعالیٰ فاما اذا ذبحو علی اسم المسیح او کنیسۃ ونحوھا فلا تحل تلک الذبیحۃ عندنا وبہ قال جماھیر العلماء۔ یعنی مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں ذبیحہ کی حلت مراد ہے اور کوئی چیز اس میں سے مستثنیٰ نہیں ہوئی نہ گوشت نہ چربی نہ کچھ اور اس میں اہل کتاب کے ذبیحوں کی حلت ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے کسی نے اسمیں خلاف نہیں کیا مگر شیعوں نے اور ہمارا اور سب مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ اُن کے ذبیحے مباح ہیں خواہ وہ خدا کا نام لیں یا نہ لیں۔ اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ جبھی حلال ہوگا جبکہ خدا کا نام لیں اور جب مسیح کے نام پر یا اُن کی کنیست

(۲۴) قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس او فسقا اُهل لغیر الله به فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربک غفور رحیم - (انعام)

نزدیک امامیہ

پر ذبح کریں تو حلال نہیں - اور اسی بات کو سب علما نے کہا ہے ٭

البتہ امامیہ مذہب والے اس مسئلہ میں منفرد ہیں مگر بعضے متقدم اور رئیس علما مثلاً شیخ مفید و ابن جنید و ابن ابی عقیل ان سے اس میں خلاف منقول ہے اور بعض روایتیں اسکے جواز میں ہیں چنانچہ صحیحہ جمیل و محمد بن حمران میں ہے - انهما سألا اباعبدالله علیہ السلام عن ذبائح الیهود والنصاریٰ والمجوس فقال کل وقال بعضهم انهم لا یسمون فقال ان حضرتموهم فلم یسموا فلا تاکلوا واذا غاب فکل - اور روایت عبدالملک قال قلت لابی عبدالله علیہ السلام ما تقول فی ذبائح النصاریٰ فقال علیہ السلام لا بأس بها قلت انهم یذکرون علیہ المسیح فقال انما ارادوا بالمسیح الله یعنی راوی نے اباعبداللہ سے پوچھا کہ یہود و نصاریٰ و مجوس کا ذبیحہ کھانا چاہیئے تو حضرت نے فرمایا کہ کھا پھر راوی نے عرض کیا کہ وہ خدا کا نام نہیں لیتے تو فرمایا کہ اگر تمھارے سامنے خدا کا نام نہ لیں تو نہ کھاؤ اور اگر غیبت میں ذبح کریں تو کھاؤ - اور عبدالملک کی روایت میں ہے کہ ہمنے اباعبداللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ یہود و نصاریٰ کے ذبیحوں کی نسبت کیا فرماتے ہیں تو ارشاد کیا کہ کھاؤ تب مینے عرض کیا کہ وہ لوگ مسیح کا نام لیتے ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ مسیح سے بھی انکی مراد خدا ہی ہے - اور زکریا بن ابراہیم سے روایت ہے قال دخلت علی ابی عبدالله علیہ السلام فقلت انی رجل من اهل الکتاب وانی اسلمت وبقی اهلی کلهم علی النصرانیة وانا معهم فی بیت واحد لم افارقهم بعد فآکل من طعامهم فقال لی ایاکلون لحم الخنزیر قلت لا ولکنهم یشربون الخمر فقال لی کل معهم واشرب - انتهیٰ

اور نیز سورہ مائدہ کی ۳-آیت ⁂

نہ یہی حکم بعینہ انجیل میں ہے دیکھو اعمال الحوارین ۱۵ بات فرق اتنا ہے کہ حال کے نسخوں میں بمقابلہ لحم خنزیر لفظ (زنا) ہے مگر قیاس اس کا مقتضی ہے کہ اصل عبارت انجیل میں کوریاس (لحم خنزیر تھی) جسکی صورت حال کے نسخوں میں پورنیاس (زنا) ہوگئی ہے کیونکہ اس وقت حواریوں میں یہود کی رسمی شریعت کی بحث تھی نہ کہ اخلاقی احکام کی پس زنا کو خون اور گلا گھونٹے جانور اور بتوں کی قربانی سے کیا مناسبت تھی اس کا ذکر تو خارج از محل از بے موقع تھا- البتہ پورنیاس یعنی لحم خنزیر وغیرہ چیزوں پر جن سے یہود کی رسمی شریعت میں حلت اور حرمت متعلق تھی بحث ہوئی تھی کہ غیر قوم عیسائیوں پر بھی اس کا بار ڈالا جاوے یا نہیں ہمارے اس قیاس کی تائید اس سے زیادہ قوی ہوتی ہے کہ ڈاکٹر بینٹلی اور مسٹر ریوس یہ دونوں محقق جنہوں نے انجیل کے نسخوں کے اختلاف اور تصحیح میں بڑی محنت اور تحقیق کی ہے اسی عبارت کو ٹریاس کو ترجیح دیتے ہیں) ⁂

(۲۵) ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا (اسرائیل)

(۲۶) یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون- انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون- (مائدہ)

(۳۲) صبر اور تحمل کے احکام اور برائی کے بدلے میں بھلائی کرنا اور مخالفوں کی تقصیروں سے درگذر کرنا اور اپنے دشمنوں کے حق میں دعا کرنا بہت تاکید اور تکرار سے سکھلایا گیا ہے ❖

Universal forgiveness and forbearance has invairably been inculcated in the Koran.

(۱) ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة كانه ولی حمیم۔ (حم سجدہ ۵)

(۲) فاعفوا واصفحوا حتی یاتی الله بامره۔ (بقر)

(۳) ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم۔ (نور)

(۴) یا ایها الذین آمنوا کونوا قوامین لله شهداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوی (مائدہ)

(۵) یا ایها الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروهم وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان الله غفور رحیم (تغابن)

(۶) فاعف عنهم وقل سلام۔ (زخرف)

(۷) فاعف عنهم واصفح ان الله یحب المحسنین (مائدہ)

(۸) واعرض عنهم وعظهم وقل لهم فی انفسهم قولا بلیغا۔ (نساء)

(۹) قل للذین آمنوا یغفروا للذین لا یرجون ایام الله (جاثیہ)

قرآن میں اس کی پیشین گوئی ہوئی تھی کہ مسلمانوں کو مخالفوں سے بڑی اذیت پہونچے گی اور اُن کو ہدایت ہوئی تھی کہ وہ صبر کرتے رہیں ❖

(۱۰) ولتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب

من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذًی کثیراً وان تصبروا وتتقوا فان ذٰلک من عزم الامور۔ (۴۲)

BENEFICIAL EFFECTS OF ISLAM

اسلام کے وعظ اور اصلاح کی تاثیر

"اسلام جس طرح کہ اخلاقی اور روحانی نیکیاں تعلیم کرتا ہے نہیں"
"نہیں جس طرح سے کہ اخلاقی اور روحانی نیکیوں کو دل میں بٹھا"
"دیتا ہے اسی طرح تمدن اور حسن معاشرت کی جو نیکیاں ہیں اُن کو"
"بھی اپنے پیرووں کے برتاؤ میں ایسا ملا جلا دیتا ہے کہ کسی طرح"
"وہ اُن سے الگ نہیں ہوسکتیں اور بطور فطرتی عادتوں کے دکھلائی"
"دیتی ہیں اور طبیعت ثانی ہونے سے بھی بڑھکر اصلی طبیعت ہوجاتی"
ہیں"۔ سید احمد۔

۴۳- یہاں تک جو احکام بیان ہوئے ان کی منشاد انسان کی حالت کی اصلاح وتہذیب تھی تواب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی اصلاح نے جو بڑی وقت او مشقت اور کمال الفت اور شفقت سے ہوئی تھی کیا کیا نتیجے پیدا کئے۔ اور اس سے کیسی تعجب انگیز اور دائم الاثر تاثیریں ظہور میں آئیں اور کس طرح سے اُس نے قوموں اور ملکوں میں آسایش اور عافیت اور خلایق کی بہبودی کو از سر نو زندہ کیا اور کس طرح سے مہلک اور مضر رسموں

کو نیست و نابود کیا اور کئی ایک اور خرابیوں کو جو بالکل مٹ نہیں گئیں بہت کچھ اُن کی اصلاح اور درستی کی۔ اور ان سب کا اثر انسانوں کی ذات واحد اور جماعت اور ریاست پر کیسا نفع بخش اور سودمند ظہور میں آیا اور آتا جاتا ہے ؛

۳۴۔ اسلام کو شروع ہوئے ابھی تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ کفار مکہ کی اذیت اور تکلیف دہی سے کئی ایک مسلمان ملک ابی سینیا کو چلے گئے وہاں کے عیسائی بادشاہ نیگوس (نجاشی) کے دربار میں حضرت جعفر نے جو تقریر دلپذیر فرمائی ہے وہ ایام جاہلیت اور ابتداء زمانہ اسلام کا حال خوب آئینہ کر دیتی ہے۔ مکے سے جو لوگ ان مسلمانوں کو پکڑ لانے کیلیئے گئے تھے اُن کے مقابلہ میں حضرت جعفر کی تقریر یوں ہوئی ؛

Appeal of an early Moslem to the beneficial effects of Islam.

"ہم لوگ جہالت اور بت پرستی اور بدکاری میں زندگی بسر کرتے تھے۔ زورآور کمزور پر ظلم کرتا تھا۔ ہم لوگ جھوٹ کے عادی تھے۔ اور خدمات مہمان نوازی کی رعایت نہیں کرتے تھے۔ تب ایک نبی قایم ہوا جس کو ہم لڑکپن سے جانتے تھے اور جس کے حسن اخلاق۔ دیانت اور طریق عمل سے ہم لوگ خوب واقف تھے۔ اُس نے ہم کو سکھلایا کہ خدائے واحد کی عبادت کریں۔ عہد اور میثاق اور قسم کو پورا کریں۔ اپنے قرابت داروں کی مدد کریں۔ شرائط مہمان نوازی کو پورا کریں اور جملہ ناپاک چیزوں اور کفر و غداری سے پرہیز کریں۔ ہم اس پر ایمان لائے اور ہمنے اس کا ساتھ دیا لیکن ہمارے ملک کے لوگوں نے ہم کو اذیت دی ہم پر ظلم کیا اور ہم سے ہمارا مذہب چھوڑوانا چاہا اور اب ہم اپنے آپ کو بادشاہ کی حمایت میں لے آئے ہیں" ؛

یہ تقریر تو ایک انگریزی کتاب سے لی گئی ہے مگر سیرت کی کتابوں میں مفصل لکھا ہوا ہے۔ (دیکھو سیرت ہشامی صفحہ ۲۱۹ و ۲۲۰ مطبوعہ لندن ۱۸۶۵ء) اور کتاب سبیل الهدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد مشہور بسیرۃ شامی میں اس طرح پر ہے۔ (اج ب ۱۹) "فقال الجعفر ایھا الملک کنا قوما اهل جاهلیۃ نعبد الاصنام ونأکل المیتۃ ونأتی الفواحش ونسیٔ الجوار ویأکل القوی الضعیف فکنا علی ذلک حتی بعث اللہ الینا رسولا منا نعرف نسبہ وصدقہ وامانتہ وعفافہ فدعا الی اللہ لنوحدہ ونعبدہ ونخلع ما کنا نعبد نحن وآباءنا من دونہ من الحجارۃ والاوثان وامرنا ان نعبد اللہ وحدہ لا نشرک بہ شیئا وامرنا بالصلاۃ والزکوٰۃ والصیام فعدد علیہ امور الاسلام ثم قال وامر بصدق الحدیث واداء الامانۃ وصلۃ الرحم وحسن الجوار والکف عن المحارم والدماء ونهانا عن الفواحش وقول الزور واکل مال الیتیم وقذف المحصنات فصدقنا واتبعنا علی ما جاء بہ من اللہ تعالی فعبدنا اللہ تعالی وحدہ ولا نشرک بہ وحرمنا ما حرم اللہ علینا واحللنا ما احل لنا فعدا علینا قومنا فعذبونا وفتنونا عن دیننا لیردونا علی عبادۃ الاوثان من عبادۃ اللہ تعالی وان نستحل ما کنا نستحل من الخبائث فلما قهرونا وظلمونا وضیقوا علینا وحالوا بیننا وبین دیننا خرجنا الی بلادک واخترناک علی من سواک ورغبنا فی جوارک ورجونا ان لا نظلم عندک یا ایها الملک"

۲۵۔ مکہ معظمہ کی تیرہ و تاریک حالت جو قبل اسلام تھی اور پھر زمانہ اسلام میں

اہل مکہ میں اخلاقی اور روحانی نورانیت اور سرسبز ضیاء ایمان باللہ اور حسن اخلاق کی روشنی ایسی تعجب انگیز اور حیرت خیز ہے کہ ایسی تاثیر الٰہی اور برکت ربانی کا اقرار ہمارے مخالفون کو بھی ہے۔ والفضل ماشہدت بہ الاعداء۔

سر ولیم میور صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "ایک زمانہ نامعلوم سے مکہ اور تمام جزیرہ عرب کی روحانی کیفیت بالکل بحس ہو گئی تھی گو ایک خفیف اور ناپایدار سا اثر یہودیت نصرانیت یا فلسفہ کا عرب پر ہوا تھا جیسیکہ ایک دریاچہ غیر رواں کی سطح کا اِدھر اُدھر لہر کھاتا مگر تہ میں محض بےحس و حرکت رہنا۔ تمام عرب توہمات و ظلم اور بدکاریوں میں غرق ہو رہے تھے یہ عام رسم تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیبیوں کو جو اور جایداد کی مانند میراث میں آئیں بیاہ لیتا اُن کے غرور اور افلاس سے رسم دختر کشی بھی اُنمیں جاری ہو گئی تھی جیسے ہندوؤں میں۔ ان کا مذہب حد کے درجہ کی بت پرستی تھا اور اُن کا ایمان ایک مسبب الاسباب مالک علی الاطلاق پر نہ تھا بلکہ غیر مرئی ارواح کے توہم باطل کی سی ہیئت کا اُن کا ایمان تھا اُنہیں کی رضامندی مناتے تھے اور اُنھیں کی ناراضگی سے احتراز کرتے تھے قیامت اور جزا و سزا جو فعل یا ترک کا باعث ہو اُس کی اُنہیں خبر ہی نہ تھی"۔

Previous dark and torpid state of Mecca and Arabia.

"ہجرت سے ۱۳ برس پیشتر تو مکہ اس طرح سے ایسی ذلیل حالت میں بیجان پڑا ہوا تھا مگر ان تیرہ برسوں نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا۔ سینکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی چھوڑ کے خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے

اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ اُسی قادر مطلق سے بکثرت و بشدت دعا مانگتے اُسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے اور حسنات و خیرات پرہیزگاری اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اب

Effects produced on the Moslem converts by the thirteen years of Mahomet's ministry at Mecca.

انھیں شب و روز اُسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال اور یہ کہ وہی رزاق ہماری ادنیٰ حوائج کا خبرگیراں ہے۔ ہر ایک قدرتی یا طبعی کیفیت میں ہر ایک امور متعلقات زندگانی میں اور ان کی خلوت اور جلوت کے ہر ایک حادثہ یا تغیرات میں وہ اُسی کے ید قدرت کو دیکھتے تھے۔ اور اُن پر بالا وہ لوگ اس نئی روحانی حالت کو جسمیں وہ خوشحال اور حمد کناں رہتے تھے خدا کے فضل خاص و رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے اور اپنے کافر اہل شہر کے کفر کو خدا کی تقدیر کئے ہوئے خذلان کی نشانی جانتے تھے۔ محمد (صلعم) کو وہ اپنا حیات تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے جو کہ اُن کی ساری امیدوں کے واسطے ماخذ تھے اور انھیں کی مناسب اور کامل اطاعت کرتے تھے"۔

"ایسے تھوڑے ہی زمانہ میں مکہ اِس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بلالحاظ قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالفت و ہلاکت تھے مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل اور شکیبائی سے برداشت کیا اور گو ایسا کرنا اُن کی ایک مصلحت تھی مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی کی بردباری سے وہ لوگ تعریف کے مستحق ہیں ایک سو مرد اور عورتوں نے اپنے ایمان عزیز سے انکار نہ کر کے اپنا گھر بار چھوڑ کر جبتک

کہ یہ طوفان مصیبت فرو ہووے حبش کو ہجرت کر چکے تھے۔ اور اب پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی اور اُن میں نبی بھی اپنے عزیز شہر کو اور مقدس کعبہ کو (جو اُن کی نظر میں تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا) چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر آئے۔ اور یہاں بھی اسی عجیب تاثیر نے ۲ یا ۳ برس کے عرصہ میں ان لوگوں کے واسطے ایک برادری جو نبی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئے تیار کر دی"۔

"اہل مدینہ کے کانوں میں یہودی حقانی باتیں عرصہ سے گوش گذار ہو چکی تھیں مگر وہ بھی اس وقت تک خواب خرگوش سے نہ چونکے جب تک کہ روح کو کپکپا دینے والی باتیں نبی عربی کی نہیں سنیں۔ تب البتہ دفعتاً ایک نئی اور سرگرم زندگانی میں دم بھرنے لگے"۔ (ج ۲ ص ۲۶۹-۲۷۱)

اس تقریر کے بعد مصنف نے سورہ فرقان کی چند آیتیں قدمائے مسلمین کے محامد و اوصاف میں ترجمہ کی ہیں ان کو ہم جداگانہ مقام پر لا وینگے۔

۳۶ - اسلام کی اصلاح کی قوت تاثیر کے ثبوت میں طبقہ اول کے مسلمانوں کا حسن اخلاق اور نیک کردار اُن کے

Mighty effects of Islam on the conduct of early Moslems as described in the contemporary records of the Koran.

ظاہری اور باطنی افعال و احوال میں ایک تعجب انگیز لیکن مطمئن کرنیوالی مثال ہے کہ اس تعلیم الہٰی کی تاثیر سے وہ لوگ کیا سے کیا ہو گئے تھے ہرچند کہ قرآن کا منشا یہ نہیں ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں کا تذکرہ یا تاریخ لکھے مگر تاہم کچھ

پر رغبت اور اُن منکرات سے منع کرنا اِس لیئے بعض مقامات پر جو اگلے زمانہ کے مسلمانوں کی کیفیت بیان ہوئی ہے اِس سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ کمال درجہ میں اخلاق اور فضایل سے آراستہ و مہذب تھے اور دینی اور دُنیوی برکتوں سے معمور تھے اور یہی غرض تھی نبی کی بعثت سے "ویزکیہم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ"

(ل) ۲۳- الا المصلین

۲۴- والذین ھم علیٰ صلاتھم دائمون -

۲۵- والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم -

۲۶- والذین یصدقون بیوم الدین -

۲۷- والذین ھم من عذاب ربھم مشفقون -

۲۸- ان عذاب ربھم غیر مامون)

۲۹- والذین ھم لفروجھم حافظون -

۳۰- الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین

۳۱- فمن ابتغیٰ وراء ذلک فاولٰئک ھم العادون -

لہ (ل) مگر وہ نمازی جو اپنی نماز پر قایم ہیں - اور جن کے مال میں حصہ ٹھہر رہا ہے سائل کا اور درماندہ کا اور جن کو انصاف کے دن کا یقین ہے - اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں (بیشک ان کو رب کے عذاب سے بےخوف نہونا چاہیئے) اور جو لوگ اپنی نفسانی خواہشوں کو قابو میں رکھتے ہیں (مگر اپنی بیبیوں پر یا حرمیں جو ملک نکاح میں آچکیں - اسوجہ کہ اُن کو محصنات سے نکاح کا مقدور نہیں) اور جو اُن سے بڑھ جاوے تو وہی ہے حد سے بڑھنے والے -

۳۲- والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون -

۳۳- والذین ھم بشھاداتھم قائمون -

۳۴- والذین ھم علی صلاتھم یحافظون -

۳۵- اولٓئک فی جنات مکرمون - (معارج)

(ب) ۶۳- وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً -

۶۴- والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاماً -

۶۵- والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراماً -

۶۶- انھا ساءت مستقرا ومقاماً -

۶۷- والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواماً

ل اور جو لوگ اپنی امانتیں اور اپنا قول پورا کرتے ہیں اور جو اپنی گواہی پر قایم ہیں - اور جو اپنی نماز سے خبردار ہیں وہی لوگ جنت میں ہیں عزت سے +

ب) ۶۳- اور بندے رحمان کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں اور جب بات کرتے ہیں اُن سے بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت -

۶۴- اور وہ رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے آگے سجدے میں یا کھڑے

۶۵- اور وہ جو کہتے ہیں اے رب ہٹا ہم سے دوزخ کا عذاب بیشک اُسکا عذاب بڑی چٹی ہے

۶۶- وہ بری جگہ ہے ٹھیراؤ کی اور بری جگہ رہنے کی +

۶۷- اور وہ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ اُڑا دیں اور نہ تنگی کریں اور ہے اسکے بیچ ایک سیدھی گذران

۶۸- والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم
اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاما -

۶۹- یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مہانا -

۷۰- الا من تاب واٰمن وعمل عملا صالحا فاولٓئک یبدل اللہ سیئاتھم
حسنات وکان اللہ غفورا رحیما -

۷۱- ومن تاب وعمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا)

۷۲- والذین لا یشہدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما -

۷۳- والذین اذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیہا صمًّا وعمیانا ؛

۶۸- اور وہ جو نہیں پکارتے اللہ کے سوا کسی حاکم کو اور نہیں خون کرتے جان کا جو منع
کیا اللہ نے مگر جہاں چاہیے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو کوئی کرے یہ کام وہ بھڑ ے
گناہ سے -

۶۹- دونا ہو اس کو عذاب دن قیامت کے اور پڑا رہے اس میں خوار ہو کر -

۷۰- مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک سو اُن کو بدل دیگا اللہ برائیو ں
کی جگہ بھلائیاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان -

۷۱- اور جو کوئی توبہ کرے اور کرے نیک کام سو وہ پھیر آیا ہے اسکی طرف پھیر آنا -

۷۲- اور وہ جو شامل نہیں ہوتے جھوٹے کام میں اور جب ہو نکلیں کھیل کی
باتوں پر تو نکل جاویں بزرگی رکھ کر -

۷۳- اور وہ جب ان کو سمجھائیے اُن کے رب کی باتیں نہ ہو پڑیں اُن پر بہرے اندھے

۷۴- والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما -

۷۵- اولٰئک یجزون الغرفۃ بما صبروا ویلقون فیھا تحیۃ وسلاما (فرقان)

(ج) ۱- قد افلح المومنون[۱]-

۲- الذین ھم فی صلاتھم خاشعون

۳- والذین ھم عن اللغو معرضون

۴- والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون

۵- والذین ھم لفروجھم حافظون

۶- الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین

۷- فمن ابتغیٰ وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون -

۷۴- اور وہ جو کہتے ہیں اے رب دے ہمکو ہماری عورتون کیطرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک اور کر ہمکو پرہیزگاروں کے آگے -

۷۵- اُن کو بدلا ملیگا کوٹھوں کے صبر کرنے اس پر کہ ٹھہرے رہے اور لینے آوینگے اُن کو وہان دعا اور سلام کہتے - (فرقان)

(ج) [۱] فلاح پائی ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں نوے ہیں اور جو نکمی بات پر دھیان نہیں کرتے اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور جو اپنی خواہشوں کو تھامتے ہیں مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال پر سو اُن پر الزام نہیں پھر جو کوئی ڈھونڈھے اسکے سوا وہی ہیں حد سے بڑھنے والے

۸- والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون۔[ف]

۹- والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون -

۱۰- اولٓئک ھم الوارثون

۱۱- الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون۔ (مومنون)

(د) ۲۰- الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون المیثاق -

۲۱- والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربھم

ویخافون سوء الحساب -

۲۲- والذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا

مما رزقنھم سرًا وعلانیۃ و یدرءون بالحسنۃ السیئۃ

اولٓئک لھم عقبی الدار۔ (رعد)

(ھ) ۸- یوفون بالنذر ویخافون یومًا کان شرہ مستطیرا -

[ف] اور جو اپنی امانتوں اور اقرار سے خبردار ہیں اور جو اپنی نمازسے خبردار ہیں وہی ہیں میراث لینے والے جو میراث پاوینگے باغ ٹھنڈے چھاؤں کے وہ اسمیں سدا رہیں گے۔ (مومنون)

(د) ۲۰- اور وہ جو پورا کرتے ہیں اقرار اللہ کا اور نہیں توڑتے اقرار۔

۲۱- اور وہ کہ جوڑتے ہیں جو اللہ نے فرمایا جوڑنا اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں برے حساب کا۔

۲۲- اور وہ جو ثابت رہے چاہ کر توجہ اپنے رب کی اور کھڑی رکھتے نماز اور خرچ کیا ہمارے دیئے میں سے چھپے اور کھلے۔ کرتے ہیں برائی کے مقابل بھلائی ان لوگوں کو ہے پچھلا گھر (رعد)

(ھ) ۸- پوری کرتے ہیں منت اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ اس کی برائی پھیل پڑے گی -

۹- ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا۔

۱۰- انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا۔

۱۱- انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا (دھر)

(و) کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔ (آل عمران ۲ ع)

۳- یہ کیفیت تو انسان کے ذاتی افعال اور خصال کی اصلاح اور تہذیب کی تھی اب دیکھنا چاہئے کہ جماعت قوم پر اسلام نے کیا اثر کیا یعنی تمدن کی حیثیت سے کونسی بڑی برکت اور خیر کثیر ظاہر ہوئی ۔

Its beneficial effects on the political state of the world.

اسلام سے قبل تمام قوم عرب باہم ٹوٹ پھوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی مگر اسلام نے انکو ایک رشتہ برادری میں منسلک کر کے سب کو بھائی بنا دیا ۔ ان کی عداوت مبدل بہ الفت ہو گئی اور وہ باہم شب و روز کے کشت و خون کلفت

۹- اور کھلاتے ہیں کھانا اسکی محبت پر محتاج کو اور بے باپ کے لڑکے اور قیدی کو ۔

۱۰- ہم جو تم کو کھلاتے ہیں نرا اللہ کا منہ چاہنے کو نہ تم سے ہم چاہیں بدلہ نہ چاہیں شکرگذاری

۱۱- ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے ایک دن اداس کی سختی سے (دہر)

(و) ۔ تم ہو بہتر سب لوگوں سے جو بھیجا ہوئے ہیں حکم کرتے ہو اچھی بات کا اور منع کرتے ہو بری بات سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر ۔ (آل عمران ۲ ع)

سے دور ہو گئے اور صلح اور امان اور اتفاق قومی ہر قوم اور قبیلے میں پایا گیا۔

لا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا[۱] (آل عمران ۱۱ع)

ایسا تصرف انسان کے دلوں پر ایک عظیم الشان تصرف ہے اور بے نظیر مثال ہے جس کے حاصل کرنے میں سالہا سال کی ملکی تدبیریں اور انتظام سلطنت قاصر ہو جاتے ہیں۔

الف بین قلوبکم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم[۲] (انفال ۸ع)

یہ کیسا نتیجہ اسلام کا فیض ہوا کہ جس کے نتیجہ میں عربوں کے خون خرابے اور باہم کے جدال و قتال موقوف اور معدوم ہو گئے اور ایک دوسرے سے فیاضی اور ہمدردی کرنے میں ساعی اور سرگرم ہو گئے اور نہ صرف خونریزی اور مقاتلات کو روکا بلکہ کینہ کشی اور غرور کی جڑ کاٹی اور تمام ملک میں امن و امان و صلح و آشتی قایم کر دی جس شخص کو ایام عرب پر نظر ہوگی وہ خوب سمجھتا ہوگا کہ عرب کی قومیں اور قبیلے باہم ایسے متفرق اور ایک دوسرے سے بے نیاز ہو رہے تھے کہ ان میں کوئی امید مذہبی اصلاح اور اتحاد قومی

The prospects of Anti-Mahometan Arabia were unfavourable to the hope of political main or national regeneration.

[۱] اور پھوٹ نہ ڈالو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم آپس میں دشمن پھر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی۔ (آل عمران ۱۱ع)

[۲] اور ان کے دلوں میں الفت ڈالی اگر تو خرچ کرتا جو سارے ملک میں ہے تمام نہ الفت دیکھتا ان کے دل میں لیکن اللہ نے الفت ڈالی ان میں۔ (انفال ۸ع)

کی دشمنی اور یہ وجہ بھی تھی کہ کبھی کسی غیر ملک والے بادشاہ کو اُن پر تسلط اور تمکن حاصل نہیں ہوا کیونکہ جب جماعتیں ایسی متفرق ہوں کہ کوئی ان کا رئیس و رئیس نہ ہو تو اُن کا مسخر اور منقاد کر لینا بہت دشوار ہوتا ہے ❊

یہود بھی تو عرصہ سے عرب کے اطراف و جوانب میں بلکہ وسط عرب میں رہتے تھے اور عیسائیوں کی کئی ریاستیں اور سلطنتیں قریب جوار عرب میں مثل سلطنت مصر و شام و حبشہ تھیں اور نیز خاص عرب میں حیرہ و غسان اور یمن کی عیسائی بادشاہتیں اور نجران میں بنی حارث اور یمامہ میں بنی حنیفہ اور تیمہ میں بنی طے اور نیز بنی تغلب یہ سب عیسائی تو میں رہتی تھیں مگر ان سے نہ تو کچھ عرب کی حالت تمدن میں اصلاح نہ اُن کے اخلاق میں کچھ اثر نہ اُن کے اوضاع و اطوار میں شایستگی نہ اُن کے رسم و رواج میں تغیر واقع ہو سکا۔ اور مذہب میں تو سب برابر ہی سے تھے ❊

۔ خوب غور کرو اعراب کی حمیت اور عصبیت کی کینہ کشی اور عداوت کی رسم کو اور پھر دیکھو اسلام کی صلح اور عفو کے احکام کو اور اس کے نتیجہ میں ملاحظہ کرو عرب کی مذہبی اصلاح رسم کی تہذیب اور موافقت عام ملکی اتحاد اور قومی یگانگت

Islam united the hostile tribes of Arabia in a brotherly union.

گویا از سر نو ایک طبقہ جدید پیدا ہو گیا وہ خلقت ہی بدل گئی وہ جبلت ہی جاتی رہی ❊

اگر حضرت موسیٰ کے انتظام سیاست میں تھوڑا سا بھی غور کرو تو بہت فرق

پاؤ۔ حضرت موسیٰ ایک ایسی قوم اور جماعت پر گئے جو باہم متحد تھے اور اس پہ طرہ یہ کہ ایک جابر بادشاہ کی غلامی میں گرفتار اور کسی ادنی سے محرک یا چھیڑ انیوالے کے منتظر تھے۔ حضرت موسیٰ کو کچھ بھی تکلف نہیں کرنا پڑا اور اُس قوم نے دلی آرزو اور اخلاص سے اُن کو اپنا سردار اور نجات دہندہ قبول کر لیا کیونکہ وہ تو مضطر اور بے بس تھے اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے اور باینہمہ وہ لوگ رہائی پاکر شایستہ و منقاد نہ ہوئے۔ اصل غرض تنبیہ باری اور توحید الٰہی کے کئی بار خلاف ظہور میں آیا برخلاف عرب کی قوم کے۔ ان میں حد کے مرتبہ کا تفرق اور مبائنت تھی اور جناب پیغمبر صلعم ان کے جاء دین و آئین کو گمراہی قرار دیتے تھے ان کے خداؤں اور بتوں کو بیکار محض بتلاتے تھے اور وہاں کے کسی ایک قبیلہ نے بھی کلیتہ جناب پیغمبر کو تسلیم اور قبول نہیں کیا شروع ہی سے مشرکوں کا معاضہ اور مقابلہ ہونے لگا مگر آخر کو قرآن کے احکام و نصائح کی تاثیر یہ ہوئی کہ انہیں لوگوں میں سے ہزاروں اور لاکھوں ایمان لائے اور اپنے عزیز بتوں اور پیارے ٹھاکروں اور عمر بھر کے مسجود اور شب و روز کے معبود کو ترک اور موقوف کردیا اور وہ قومی تفرق اور طبعی بغض و عناد سب جمعیت و اعدہ اور قومی اتحاد اور اخوت سے بدل گیا ۔

۴۸۔ اور منجملہ مصالحہ نوعیہ اور امور مفید عام احکام صدقات اور خیرات اور خدا کی راہ میں مال دینے اور فقیروں اور محتاجوں کی کفالت کرنے کے ہیں

Instituted charitable designs.

خصوصًا صیغہ وقف جسے زمانہ جاہلیت میں کوئی نہیں جانتا تھا اور اس امر خاص

میں مسلمانوں کی فیاضی اور سخاوت تواریخ وہراور صفحات عالم پر ثبت ہے ؛

اڈوارڈ گبن صاحب ایک مشہور اور عالیقدر مورخ لکھتے ہیں کہ از جلد ۶ باب ۵۰ " مسلمانوں کی نیکیاں (خیرات) جانوروں تک کے حق میں ہوتی ہیں اور قرآن میں محتاج اور مسکین کی اعانت کرنے کی مکرر تاکید ہوئی ہے اور اسکو نہ محض تبرع باثواب کے طور پر بلکہ فرض اور حکم ناگزیر کے طور پر واجب قرار دیا ہے شاید محمد (صلعم) ہی صرف ایسے صاحب شریعت ہیں جنہوں نے خیرات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا ہو اس کی مقدار معین جانداد کی نوعیت اور مقدار پر بدلتی ہے مثلاً زر نقد غلہ یا مویشی اثمار و اسباب تجارت مگر جب تک کہ مسلمان اپنے مال کا دسوان حصہ نہ دے اس نے شریعت کی تکمیل نہ کی۔ بحقیقت فیاضی بنیاد ہے عدالت کی اور جن لوگوں کی اعانت ہمکو لازم ہے ان کو ضرر پہنچانا ممنوع ہے کوئی نبی عالم لاہوت اور برزخ کے مغیبات و اسرار بیان کیا کرے مگر احسانیات کے احکام میں اسکو ہمارے ہی دل کے احکام بیان کرنے ہونگے "؛

اس مقام کے حاشیہ پر گبن صاحب لکھتے ہیں کہ "پکشی نے تعصب کے مارے رومن کیتھلکوں کی زیادہ خیرات اور صدقات کا شمار کیا ہے کہ ۱۵ ہزار شفاخانے ہزاروں بیماروں اور زائروں کے لیئے بنے ہوئے ہیں اور ۵اسو عورتوں کو ہر سال جہیز ملتا ہے ۵۶ مدرسے خیراتی بنے ہوئے ہیں اور ۱۲۰ اجلسے براوران ایمانی کے اپنے بھائیوں کی اعانت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور لنڈن کی فیاضی تو اس سے بھی بڑھ کر ہے مگر مجھے اندیشہ ہے کہ بہت کچھ اس میں سے لوگوں کی انسانیت کی طرف منسوب ہو سکتا ہے نہ یہ کہ مذہب کی حیثیت سے ہو۔ انتہیٰ

(۱) سورہ بقر میں ہے "ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا وتوءتوھا الفقراء فھو خیر لکم" (۲ ح)

(۲) "الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" ۔ قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذیٰ واللہ غنی حلیم (۲ ح)

(۳) والذین تبوّأ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصہ" (حشر ۹)

ابراہیم ریس کے مجمع العلوم میں ایک جگہ لکھا ہے کہ خیرات دینے میں اکثار اور اسکے ترغیب دینے میں مسلمانوں کے مذہب سے زیادہ سرگرم کوئی مذہب نہیں ہے ۔ قرآن نے قبول دعا کیواسطے خیرات کرنے کو واجب قرار دیا ہے اور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے کہ نماز ہمکو آدھے رستے تک پہونچاتی ہے اور روزے ہمکو عرش الٰہی کے دروازے تک لیجاتے ہیں اور خیرات سے ہمکو خدا کے گھر تک بار ملتا ہے ۔ خیرات کو اہل اسلام بہت ہی ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور بہت سے مسلمان خیرات دینے کی شہرت میں ضرب المثل ہیں بالتخصیص حضرت حسنؓ بن علیؓ جو کہ محمد (صلعم) کے نواسے تھے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی حیات میں تین مرتبہ اپنا مال محتاجوں کو نصفا نصف بانٹ دیا اور دو مرتبہ نوبت جو کچھ تھا دیدیا ۔ اور عوام مسلمین نیکیاں کرنے کے لیے علاوہ ہو رہے ہیں کہ حیوانات تک سے وہ نیکی کرتے ہیں ۔

(دیکھو سائیکلوپیڈیا ریس لفظ آمر)

قرآن کے معدن حکمت اور مسلمانوں کے مصدر علوم ہونیکا ذکر

LITERARY BENEFITS OF ISLAM.

۳۹ - زمان جاہلیت میں تمام عرب میں کسی علم کی کوئی کتاب نہ تھی اور بجز علم انساب اور شعر گوئی کے اور کوئی تعلیم نہ تھی پس پہلی کتاب مستطاب جو عرب میں مدون ہوئی وہ قرآن مجید ہے جو علاوہ اس کے کہ ارشادات الٰہی اور احکام ربانی کا مصدر ہے علوم حکمیہ عقلیہ اور حکمت الٰہیہ کا بھی معدن ہے - بعد اس زمانہ نزول وحی اور انتشار علوم الٰہیہ کے مسلمان کئی ایک جلیل القدر اور عظیم الشان علوم کے موجد اور ماخذ ہوئے اور علوم متعارفہ کو بہت کچھ تہذیب و اصلاح کرکے دور دور کے ملکوں میں پھیلایا اور کئی ایک ملک کے مالک مسلمانوں کی بدولت اہل علم ہو گئے اور جس زمانہ میں کہ اور سب قومیں جہالت کے تیرہ و تاریک قعر میں پڑی تھیں مسلمانوں ہی میں علم کا رواج پایا جاتا تھا ❊

۴۰ - (۱) منجملہ علوم مشتہرہ قرآن مجید نیچرل فلاسفی اور نیچرل تھیالوجی ہے نیچرل فلاسفی جس سے مراد علم مناظر قدرت و مظاہر فطرت ہے اس سے قرآن مجید مالامال ہے اسمیں حقایق موجودات

Natural Philosophy and Theology of the Koran.

اور محاسن کائنات کا بیان کثرت سے پایا جاتا ہے اور پھر ان سے وجود حبیب تعالیٰ اور اس کے علم وقدرت پر استدلال ہر جگہ ہوتا گیا ہے ۔

۱[1] انا صببنا الماء صبا ۔ ثم شققنا الارض فانبتنا فیہا حبا وعنبا وقضبا و زیتونا و نخلا ۔ وحدائق غلبا وفاکہۃ وابا ۔ (عبس)

۲ ۔ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت ۔ والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت[2]

۳ ۔ الم نجعل الارض مہادا والجبال اوتادا ۔ وخلقنا کم ازواجا ۔ وجعلنا نومکم سباتا ۔ وجعلنا اللیل لباسا ۔ وجعلنا النہار معاشا وبنینا فوقکم سبعا شدادا ۔ وجعلنا سراجا وھاجا ۔ وانزلنا من المعصرات ماء ثجاجا لنخرج بہ حبا ونباتا ۔ وجنات الفافا[3] ۔ (نبا)

---

[1] ہمنے ڈالا پانی اوپر سے ۔ اور پھر چیرا زمین کو ۔ پھر اگایا اُس میں اناج انگور و ترکاری اور زیتون اور کھجوریں ۔ اور گھنے باغ اور میوہ اور دوب ۔

[2] ۲ کیا نہیں نگاہ کرتے اونٹوں پر کیسے بنائے ہیں اور آسمان پر کیسے بلند کیا ہے اور پہاڑوں پر کیسے کھڑے کئے ہیں اور زمین پر کیسی صاف بچھائی ہے ۔

[3] ۳ ۔ کیا ہمنے نہیں بنائی زمین بچھونا اور پہاڑ میخیں اور تمکو بنایا جوڑی جوڑی اور بنائی نیند تمہاری دفع ماندگی اور بنائی رات اوڑھنا اور بنایا دن روزگار کو اور چنی ہمنے اوپر سات چنائی مضبوط اور بنایا ایک چراغ چمکتا اور اُتارا نچڑتی بدلیوں سے پانی کا ریلا کہ نکالیں اُس سے اناج اور سبزہ اور باغ پتوں میں لپٹے ہوئے ۔

۴-[۱] والارض وضعها للانام - فیها فاکهة والنخل ذات الاکمام والحب ذوالعصف والریحان ÷ ÷ ÷ ÷ مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ لایبغیان - (رحمٰن)

۵ - افلم ینظروا الی السماء فوقهم کیف بنیناها وزیناها ومالها من فروج - والارض مددناها والقینا فیها رواسی - وانبتنا فیها من کل زوج بهیج - تبصرة وذکریٰ لکل عبد منیب ونزلنا من السماء ماء مبارکا فانبتنا به جنات وحب الحصید - والنخل باسقات لها طلع نضید - رزقا للعباد واحیینا به بلدة میتا - (ق)

۶ - والذی خلق الازواج کلها وجعل لکم من الفلک والانعام ماترکبون

---

[۱] ۴ - اور زمین کو رکھا واسطے خلق کے اُس میں میوہ ہے اور کھجوریں جس کے میوہ پر غلاف ہیں اور اناج جس کے ساتھ بھُس ہے اور پھول خوشبو کے ÷ ÷ ÷ چلائے دو دریا تو آپس میں ملکر چلتے ہیں اُن کے بیچ میں ہے ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے -

۵ - کیا نگاہ نہیں کیا آسمان کو اپنے اوپر کیسا ہمنے بنایا اوسکو اور رونق دی اور اُس میں نہیں کوئی سوراخ اور زمین کو پھیلایا اور ڈالا اس میں بوجھ اور اُگائی اس میں ہر قسم کی رونق کی چیز سوجھانے کو اور یاد دلانے کو اُس بندے کو جو رجوع رکھے اور اُتارا ہمنے آسمان سے پانی برکت کا پھر اُگائے ہمنے اس سے باغ اور اناج کھیت کا اور کھجوریں لمبی اُن کا گچھا ہے تہ بتہ روزی دینے کو بندوں کے اور جلایا اس سے ہمنے دیس مُردہ -

۶ - جس نے بنائے سب چیز کے جوڑے اور بنا دیئے تمکو جہاز اور کشتی جس پر سوار ہوتے ہو

لتستووا علیٰ ظهوره ثم تذکروا نعمة ربکم اذا استویتم علیه وتقولوا سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین - وانا الیٰ ربنا لمنقلبون - (زخرف)

۷- ومن اٰیاته الجوار فی البحر کالاعلام ان یشاء یسکن الریح فیظللن رواکد علیٰ ظهره - ان فی ذلک لاٰیاتٍ لکل صبارٍ شکور - (شوریٰ)

۸- ان فی خلق السمٰوات والارض لاٰیاتٍ للمؤمنین - وفی خلقکم وما یبث من دابة اٰیات لقوم یوقنون - واختلاف اللیل والنهار وما انزل الله من السماء من رزق فاحیا به الارض بعد موتها وتصریف الریاح اٰیات لقوم یعقلون - (جاثیه)

۹- واٰیة لهم اللیل نسلخ منه النهار فاذا هم مظلمون

کہ تم چڑھ بیٹھو اسکی پیٹھ پر پھر یاد کرو اپنے رب کا احسان جب بیٹھ چکو اس پر اور کہو پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں دیا ہمارے یہ اور ہم نہ تھے اس کے مقابل ہونیوالے اور ہمکو اپنے رب کیطرف پھر جانا ہے

۷- اور ایک اسکی نشانی ہے چلتے جہاز دریا میں جیسے پہاڑ اگر چاہے تھام دے ہوا پھر رہجاویں سارے دن ٹھہرے اسکی پیٹھ پر مقرر اسمیں پتے ہیں ہر ٹھیرنیوالے کو جو حق کی بات ماننے۔

۸- بیشک آسمانوں میں اور زمین میں بہت پتے ہیں ماننے والوں کو اور تمہارے بنانے میں اور جو جانوروں کے پھیلانے میں پتے ہیں لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اور بدلنے میں رات و دن کے اور وہ جو اتاری اللہ نے آسمان سے روزی پھر جلائی اس سے زمین کو مر گئے پیچھے اور بدلنے میں ہواؤں کے پتے ہیں ان لوگوں کو جو بوجھ رکھتے ہیں -

۹- اور ایک نشانی ہے ان کو رات ادھیڑ لیتے ہیں ہم اس سے دن پھر تبھی یہ رہ جاتے ہیں اندھیرے میں

والشمس تجری لمستقر لها ذلك تقدیر العزیز العلیم ۔ والقمر قدرناه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم ۔ لا الشمس ینبغی لها ان تدرك القمر ولا اللیل سابق النہار ۔ وکل فی فلك یسبحون ۔ (یٰس)

۱۰۔ الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا به ثمرات مختلفا الوانہا ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانہا وغرابیب سود ۔ ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانه ۔ (فاطر)

۱۱۔ خلق السموات بغیر عمد ترونہا والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم وبث فیہا من کل دابة وانزلنا من السماء ماء ، فانبتنا فیہا من کل زوج کریم ۔ (لقمان)

۹؎ اور سورج چلا جاتا ہے اپنی ٹھیری راہ پر یہ سادھا ہے اُس زبردست با خبر کا اور چاند کو ہم نے بانٹ دی منزلیں کہ پھر آ رہے جیسے ٹہنی پرانی ۔ نہ سورج کو پہنچے کہ پکڑ لے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی ایک ایک گھیرے میں تیرتے ہیں ۔

۱۰۔ تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے میوے طرح طرح کے اُن کے رنگ اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سُرخ اور طرح طرح کے اُن کے رنگ اور کالے بھجنگ اور آدمیوں میں کیڑوں میں چوپایوں میں کئی رنگ کے ہیں ۔

۱۱۔ بنائے آسمان بے ٹیکے اُسے دیکھتے ہو اور ڈالے زمین پر بوجھ کہ تم کو لیکر جھک نہ پڑے اور بکھیرے اس میں سب طرح کے جانور اور اُتارا ہم نے آسمان سے پانی پھر اُگائے زمین میں ہر قسم کے جوڑے خاصے ۔

لہ ۱۲- اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا فیبسطہ فی السمآء کیف یشآء و یجعلہ کسفا فتری الودق یخرج من خلالہ فاذا اصاب بہ من یشآء من عبادہ اذا ھم یستبشرون۔ (روم۔ ۲۵)

۱۳- وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین۔ ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا۔ (نحل)

۱۴- واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون۔ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللا یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس (نحل)

لہ ۱۲- اللہ جو چلاتا ہے ہوائیں پھر اُبھارتا ہے بدلی پھر پھیلاتا ہے اوسکو آسمان میں جس طرح چاہے اور رکھتا ہے اسکو تہ برتہ پھر تو دیکھے مینہ نکلتا ہے اُسکے بیچ سے پھر جب اس کو پہونچایا جس جگہ چاہے اپنے بندوں میں تبھی وہ لگے خوشیان کرنے۔

۱۳- اور تمکو چوپایوں میں عبرت کی جگہ ہے پلاتے ہیں ہم تم کو اُس کے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لہو کے بیچ میں سے دودھ ستھرا رچتا پینے والوں کو اور میووں میں سے کھجور کے اور انگور کے بناتے ہو اُس سے نشا اور روزی خاصی۔

۱۴- اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنا لے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں پھر کھا ہر طرح کے میووں سے اور چل راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑی ہیں نکلتی ہے اُن کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے کئی رنگ ہیں اسمیں آزار چنگے ہوتے ہیں آدمیوں کے ؛

۱۵ـ والله اخرجکم من بطون امهاتکم لا تعلمون شیئاً وجعل لکم السمع والابصار والافئدة لعلکم تشکرون ـ الم یروا الی الطیر مسخرات فی جو السماء ما یمسکهن الا الله ان فی ذلک لآیات لقوم یؤمنون ـ والله جعل لکم من بیوتکم سکناً وجعل لکم من جلود الانعام بیوتاً تستخفونها یوم ظعنکم ویوم اقامتکم ومن اصوافها واوبارها واشعارها اثاثاً ومتاعاً الی حین ـ والله جعل لکم مما خلق ظلالاً وجعل لکم من الجبال اکناناً وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر وسرابیل تقیکم بأسکم کذلک یتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون ـ (نحل)

سلہ ۱۵ـ اور اللہ نے نکالا تم کو تمہاری ماں کے پیٹ سے کچھ نہ جانتے تھے اور دیئے تم کو کان اور آنکھیں اور دل شاید تم احسان مانو کیا نہیں دیکھتے اڑتے جانور حکم کے باندھے آسمان کی ہوا میں کوئی نہیں تھام رہا اُن کو اللہ کے سوا اس میں پتے ہیں اُن لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں اور اللہ نے بنا دیئے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ اور بنا دیئے تم کو چوپایوں کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہیں تم کو جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں ہو اور اُن کی اُون سے اور ببریوں سے اور بالوں سے کتنے اسباب اور برتنے کی چیزیں ایک وقت تک اور اللہ نے بنا دی تم کو اپنی بنائی چیزوں کی چھائیں اور بنا دی تم کو پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ اور بنائے تم کو کرتے جو بچاؤ ہیں گرمی سے اور کرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی سے اسی طرح پورا کرتا ہے اپنا احسان تم پر شاید تم احسان مانو ؛

۱۶ٖ والانعام خلقها لکم فیہا دفءٌ ومنافع ومنہا تاکلون ولکم فیہا جمال حین تریحون وحین تسرحون۔ وتحمل اثقالکم الیٰ بلدٍ لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس ان ربکم لرءوف الرحیم۔ والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا وزینۃ ویخلق ما لا تعلمون۔ (نحل)

۱۷-وله الجوار المنشآت فی البحر کالاعلام۔ (رحمان)

۱۸-فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس۔ (کورت)

غرض کہ اِسی طرح تمام قرآن میں نیچرل ہسٹری اور نیچرل تھیالوجی کے اصول کی مفصل کیفیتیں اور مکرر اشارتیں ہیں مگر یونانیوں کی طبعی و الٰہی کی نہیں بلکہ حقیقی باتوں کی اور نیز دیگر علوم حکمیہ کے اشارے خصوصاً علم جیالوجی کے اصول پر کثرت سے حوالہ ہوا ہے مگر جن لوگوں نے اِس علم کا نام بھی نہ سنا ہو وہ اُس کے استنباط پر کیسے قادر ہو سکتے ہیں -

---

ف ۱۶- اور چوپائے بنا دیئے تم کو اُن میں جڑاول ہے اور کتنے فائدے اور بعضوں کو کھاتے ہو اور تم کو اُن سے رونق ہے جب شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو اُٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے اُن شہروں تک کہ تم نہ پہونچتے وہاں تک مگر جان توڑ کے بیشک تمہارا رب بڑا شفقت والا مہربان ہے اور گھوڑے بنائے اور خچریں اور گدھے کہ اُن پر سوار ہو اور رونق ہو اور بناتا ہے جو تم نہیں جانتے -

۱۷-اور اُس کے ہیں جہاز اونچے کھڑے دریا میں جیسے پہاڑ -

۱۸- سو قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جانے سیدھے چلنے دبک جانیوالوں کی -

۴۱ - (۲) دوسرا ایک عظیم الشان علم جو خاص مسلمانون میں ایجاد ہوا وہ علم اسماء الرجال ہے جسکو یونانی زبان میں Mahomedan Biographies. بیوگرافی کہتے ہیں۔جس کثرت سے مسلمانوں نے اس علم خاص پر توجہ کی اور جس وقت اور تلاش سے ہر جا اہل علم اور راویوں کے حالات ضبط کئے اور اُن کے مولد او منشاء کا بیان اور مزاج کی وقعت اور رائے کے تغیرات اور عام رویہ کے حالات کو ڈھونڈھا اور بڑی بڑی مجلد کتابوں میں قلمبند کیا وہ آجتک کسی قوم میں اور کسی مذہب میں نہیں ہوا +

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب جن کی مہارت علوم عربیہ میں مشہور ہے اور بڑے صاحب نظر تھے انھوں نے جب صاحبان کورٹ آف ڈائریکٹرس کی ہدایت اور کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی کے زیر اہتمام کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ تصنیف علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی (مات ۸۰) چھاپنی شروع کی تو اُس کے دیباچہ میں بزبان انگریزی یہ مضمون لکھا کہ "مسلمانوں کے علوم کی عزت علم اسماء الرجال ہے نہ تو کوئی ایسی قوم گذری اور نہ کوئی اَب ہے جس نے مسلمانوں کی مانند بارہ سَو برس کے عرصہ میں ہر ایک اہل علم کے حالات زندگی قلمبند کیئے ہوں۔اگر مسلمانوں کی کُتب رجال جمع کی جاویں تو غالباً ہمکو پانچ لاکھ علماء مشاہیر کا تذکرہ مل جاوے۔ان کی تاریخ میں کوئی قرن یا نامی جگہ ایسی نہیں ہے جس کا کوئی آدمی اس تذکرہ میں نہ ہو" انتہی +

فن رجال میں تحقیق و تلاش کی ترقی ابن سعد کے زمانہ میں خوب ہوئی جسکی کتاب اسماء رجال و احوال رواۃ کے طبقات ابن سعد کے نام سے مشہور ہے

اور محمد بن اسمٰعیل بخاری اور ابن ابی خثیمہ نے اپنی اپنی تاریخوں میں اور ابن ابی حاتم
نے کتاب الجرح والتعدیل میں عموماً راویوں کی بیوگرافی لکھی اور عجلی اور
ابن حبان اور ابن شاہین نے ثقہ راویوں کو الگ چھانٹا اور ابن عدی اور
پھر ابن حبان نے مجروح اور ضعیف راویوں کو جدا کیا۔ اور بعضوں نے خاص
خاص کتب حدیث کے راویوں کے طبقات اُن کے موالید اور وفیات علیحدہ
علیحدہ لکھے مثلاً ابی النصر الکلاباذی نے بخاری کے راویوں کو اور ابی بکر منجویہ
نے مسلم کے راویوں کو اور ابی الفضل بن طاہر نے دونوں بخاری اور مسلم کے
راویوں کو اکٹھا جمع کیا اور عبد الغنی المقدسی نے کل صحاح ستہ کے راویوں
کو کتاب الکمال فی معرفۃ الرجال میں ضبط کیا اور پھر مزی نے اس کتاب
کا خلاصہ کیا جس کا نام تہذیب الکمال ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کو
خلاصہ کر کے اور اور بہت کچھ اس پر زیادہ کر کے تہذیب التہذیب نام
کی کتاب لکھی ؀

اور فرقہ امامیہ میں بھی اس فن کی تدوین قدیم زمانہ سے ہوئی چنانچہ حسن
بن علی بن فضال اور عبد اللہ بن جبلہ نے (سنہ ۲۱۹ھ) اسماء رجال میں کتابیں
لکھیں اور احمد بن زیاد نینوی نے (سنہ ۳۰۴ھ) رجال کی جرح و تعدیل میں کتاب
لکھی اور محمد بن عیسٰی ابن عبید بن یقطین نے بھی اس فن میں کتابیں لکھیں
اور ایسے ہی شیخ محمد بن یعقوب کلینی اور شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی اور کشی
اور نجاشی اور شیخ ابو جعفر طوسی نے کتابیں لکھیں اور متاخرین کی کتابیں مثل
تصنیف علامہ حلی و تقی الدین ابن داؤد و شیخ شہید ثانی اور اُن کے بعد

فاضل محمد استر آبادی وزیر شرف الدین علی (صاحب کتاب ایجاد المقال) مشہور و معروف ہیں +

اور محققین اہل سنت میں متاخرین کی مشہور کتابیں مثل استیعاب ابن عبدالبر اور میزان الاعتدال فی نقد الرجال حافظ شمس الدین ذہبی کی اور نیز کاشف اور کتاب الضعفاء المتروکین اور شیخ الاسلام محی الدین نووی کی کتاب تہذیب الاسماء و تقریب اور امام ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب و تقریب التہذیب و لسان المیزان اور اصابہ فی تمیز الصحابہ اور علامہ سیوطی کی تدریب الراوی شرح تقریب النواوی اور اور کتابیں نامی اہل سنت ہیں +

۴۴ - (۳) ایک اور علم جلیل الشان علم حفظ اسناد اور اصول روایت ہے دوسری صدی ہجری سے مسلمانوں میں حدیثوں کے قلمبند کرنے اور روایتوں کو جمع کر کے لکھنے کا شوق ہوا اور بیسیوں تصنیفیں روایتوں کی جمع ہوگئیں اس لیئے ان کی تنقید اور راویوں کی جرح و تعدیل خوب ضبط اور تحقیق سے نہیں ہوئی حتٰے کہ اہل صحاح نے اس میں بڑا ضبط اور اہتمام کیا مگر متقدمین رجال کی نظر میں ان میں بھی بہت سے راوی متکلم فیہ اور مجروح نکلے البتہ جو طریقے اصول درایت کے قایم کیئے اور جس طرح روایتوں کو اصطلاحی قسموں پر تقسیم کیا اُن سے اُن کی وقعت نظر باریک بینی ذہانت اور عدم تقلید

Preservation of traditions and their critical examination not to be found in any other nation.

خوب ثابت ہے۔ ابتدا میں رامہرمزی نے ایک مختصر تصنیف فن روایت میں لکھی پھر حاکم نیشاپوری معروف با بن البیع نے معرفت حدیث میں کتاب لکھی اور پھر احمد بن عبد اللہ ابو نعیم اصفہانی نے کتاب النہایۃ فن حدیث میں لکھی اور خطیب بغدادی نے جن کی شہرت اور تلقی بالقبول تمام علماء اسلام میں ظاہر ہے اس فن میں کتاب کفایۃ لکھی اور اور کتابیں مثل شرف اصحاب الحدیث والسابق واللاحق والمتفق والمفترق والمؤتلف والمختلف وتلخیص المتشابہ وغنیۃ الملتمس فی تمیز الملتبس و تمیز متصل الاسانید وغیرہ ذلک تصنیف کیں اور جیسے کہ اپنے زمانہ میں خطیب تمام ایشیا میں بے مثل تھے ایسے ہی انھیں کے معاصر فرنگستان میں (پانچویں صدی میں ہے) ابن عبد البر صاحب کتاب الاستیعاب حافظ عصر تھے ۔

یہ علم سیاقت سلسلہ روات کی تحقیق اور راویوں کی تفتیش مسلمانوں ہی سے مخصوص ہے یہود و نصاری میں احادیث اور روایتوں پر عمل رہا اور کتاب تالمود اور مشنا وغیرہ کتب یہود روایتوں کے مجموعہ ہیں۔ ان میں سے مشنا کی روایتیں دوسری صدی عیسوی میں قلمبند ہوئیں۔ اور تالمود ہجرت سے سو برس پیشتر لکھی گئی مگر سلسلہ اسناد گویا ندارد ہی ہے چہ جائے انہیں وہ باریکیاں اور نازک خیالیاں اور خبر کے افادہ علم کرنے یا مفید یقین ہونے کے معقول قاعدے معلوم ہوتے تھے۔

۴۳-(۴) ایک اور علم مہتم بالشان علم کلام ہے یونانیوں میں علوم عقلیہ و حکمت کی اشاعت سن عیسوی سے پانچ یا چھ سو برس پیشتر ہو گئی تھی اس لئے

یہودیوں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذہب پر یونانی فلسفہ کا کم و بیش ضرور اثر ہوا یہود کی دینی کتاب یعنی توریت میں تو اس کا اثر کچھ نہیں پایا جاتا کیونکہ اس کی تالیف یا تصنیف اس فلسفہ

Grecian philosophy and its influence on the people of the Book.

کی اشاعت سے سالہا سال پیشتر کی ہے البتہ مصریوں کے علوم و فنون کا تعلق توراۃ کے احکام سے اگر کوئی شوق کرے تو دریافت ہو سکتا ہے مگر یونانی فلسفہ کی اشاعت ہو جانے کے بعد یہود کے عقائد میں بہت کچھ فلسفیت آگئی تھی اور عیسائیوں نے تو اول و اجل عقاید کو اسی طرز پر قایم کیا اور حضرت یوحنا اور پولوس نے اور پطرس نے بھی شاید عموماً یونانیوں کی زبان اور علوم کی شہرت اور رواج سے اور خصوصاً فلو یہودی سرآمد فلاسفہ و جامع معقول و منقول کی معاصرت اور کچھ مصاحبت سے بھی تعدد قدما کا سا مسئلہ بالتخصیص لوگوس یعنے کلمہ کی ازلیت اور واجب الوجود سے اسکی عینیت ویسی ہی اعتقاد کرنی جیسی فلو یہودی فیلسوف اور یونانیوں نے کی تھی ٭

یہود میں علم حکمت و معقولات کا رواج حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ سے ہوا حضرت سلیمانؑ کے رسالے حکمت کے مختلف علوم کے مدت سے محفوظ ہیں علم حیوانات میں سے بالتخصیص علم منطق الطیر کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے یہ اڑتے جانوروں کا علم ایک شاخ ہے نیچرل ہسٹری کی۔ اور منطق کا لفظ یونانی زبان کے لوجی کے مقابلہ میں ہے جس کے معنے ہیں علم جیسے جیولوجی۔ زولوجی فزیولوجی میں اور اسی منطق الطیر اور دیگر علوم سلیمانی کا ذکر کتاب اسلاطین باب ۵

پسوق ۱۴ (نسخہ عبرانی) میں ہے - مگر بعد زمانہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہودیوں نے علوم حکمیہ میں بہت کم ترقی کی - قید کے زمانہ میں اُنھوں نے بہت سی نئی باتیں حاصل کیں اور بعد میں فلسفہ یونان میں سے بہت کچھ حق اور باطل باتیں حاصل کیں - اور کتاب حکمت سلیمانؑ میں فلسفہ یونان بھرا ہوا ہے اور بعد میں فلسفہ کو یہود میں بہت ترقی ہوئی - اور اسی فلسفہ کی بنا پر ان میں کئی فرقے مثلاً صدوقی - فریسی وغیرہ ہوگئے اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں فریسیوں میں بھی کئی فرقے اَور ہو چلے تھے اور اسی زمانہ میں ملل یہود میں حکیم اور فیلسوف اور شاعر (یونانی سمیاس شاید شمعون - لوق ۲ و ۲۵) اور گملیل (اعمال ۵/۳۴ و ۲۲/۳ شاگرد وہی جو اوستاد پولوس مقدس تھا) بہت نامی زبردست اور صاحب مذاہب متبعہ گذرے ❖

جب سے فلسفہ یونان یا کالدینیاں نے رواج پایا تھا یہودیوں نے روح کے تناسخ اور غیر فانی اور پہلے سے پیدا ہو چکنے کے مسئلہ کو تسلیم کر لیا تھا[1] پیروان فیثاغورث و امپیدقلس بلکہ افلاطون سے بھی مسئلہ تناسخ[2] و تقدم خلق ارواح[3]

---

[1] دیکھو تاریخ زوال رومۃ الکبرٰی مصنفہ گبن باب ۴۷ ❖

[2] تناسخ کا سا مسئلہ حواریان مسیح کے اعتقاد میں بھی معلوم ہوتا ہے - دیکھو انجیل یوحنا ۹/۲ ❖

[3] عالم ارواح کا مسئلہ یعنی سب روحیں آدمیوں کے پیدا ہونے سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں مسلمانوں میں بھی آیا اس اعتقاد سے کچھ اُن کی الٰہیات میں خلل نہیں واقع ہوا کیونکہ اُس کا اثر ذات الٰہی کے متعلق مسئلوں پر کم پہنچتا ہے مگر ہر چند کہ عوام و متفلسفین نے اسے قبول کیا اکثر محققین اسلام اور جامع معقول و منقول علماء مثل شیخ مقتول شہاب الدین و امام غزالی نے اس سے انکار کیا اور عوام الناس جو

کے ایجاد ہوئے انھیں سے یہودیوں نے اور اُن سے عیسائیوں نے سیکھا اور
اسی طور سے مسئلہ وجود لوگوس یعنے کلمہ اس طرح پر کہ وہ عین ذات آلہی اور قدیم ہے
عیسائیوں نے فلسفہ یونان سے حاصل کر کے اپنے دینی عقائد کے مسئلوں
میں شامل کر لیا حتیٰ کہ حواریوں کے زمانہ میں فیلو یہودی فیلسوف جس طور کہ فلاسفہ
یونان کے تتبع پر لوگوس کا مسئلہ بیان کرتا تھا بعینہٖ اسی طور پر حضرت یوحنا حواری
نے جیسا کہ مشہور ہے اپنی انجیل کے دیباچہ میں (باب اول ۱-۱۴) اسے درج
کیا۔ اِس سے پایا گیا کہ فلسفہ کا بہت بڑا اثر یہودیوں اور علی الخصوص عیسائیوں
پر رہا مگر مسلمانوں نے فلسفہ یونان کے مقابلہ میں علم کلام ایجاد کیا اور عُمدہ عُمدہ
کتابیں اصول عقاید کی لکھیں اور اسکی تردید اور تطبیق میں کوشش کی +

حاشیہ
جو سورۂ اعراف کی (۱۷۱) آیت اور بعضی روایتیں سے جن کو اصحاب مولود بہت
پڑھتے ہیں اس پر غلط استدلال کیا تھا اچھی طرح پر اُس کے صحیح معنے ظاہر کیئے
ہیں چنانچہ سید مرتضےٰ نے کتاب دُرر وغرر میں اور امام غزالی رہ نے کتاب النفخ والتسویہ
(المضنون بہ علی غیر اہلہ) میں اُس کی تفصیل کی ہے۔

لہ "ابتدا میں کلام تہا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا وہی ابتدا سے خدا کے ساتھ تھا"
(انجیل یوحنا) مگر یاد رہے کہ نسخہ کلیمنس الکسندریانوس میں پہلی آیت یوں ہے +
اور کلام خدا میں تھا + + پس حال کی عبارت سے جو تعدد قدما لازم آتا ہے جاتا رہتا
ہے۔ اور دوسری آیت تو چند قدیم اور معتبر نسخوں میں جو محققین گریسباخ اور ٹینہائی نے
مقابلہ کی پائی نہیں جاتی +

۴۴۔ مسلمانوں میں علوم کی عموماً ترقی اور حکمت اور فلسفہ یونان کی تحصیل دوسری صدی سے شروع ہوئی +

Real progress of moslems in Sciences.

علامہ ذہبی نے ۱۴۳ء کے بیان میں لکھا۔ شرع علماء الاسلام فی ھذا العصر فی تدوین الحدیث والفقہ والتفسیر فصنف ابن جریج بمکۃ ومالک الموطا بالمدینۃ والاوزاعی بالشام وابن ابی عروبہ وحماد بن سلمۃ وغیرھما بالبصرۃ ومعمر بالیمن وسفیان الثوری بالکوفۃ وصنف ابن اسحاق المغازی وصنف ابوحنیفہ رحمۃ اللہ الفقہ والرای ثم بعد یسیر صنف ھشیم واللیث وابن لھیعۃ ثم ابن المبارک وابو یوسف وابن وھب وکثیر التدوین العلم وتبویبہ ودونت کتب العربیۃ واللغۃ والتاریخ و ایام الناس (تاریخ الخلفاء سیوطی) +

چیمبرس کے سائکلوپیڈیا میں ایک مختصر سی کیفیت اسلام میں ترقی علوم و فنون کے بیان میں لکھی گئی ہے اُس کا کچھ انتخاب یہاں نقل کیا جاتا ہے

" ۷۴۹ء میں خلفاء عباسیہ کے عہد میں علم ادب و فنون حکمت کا ظہور ہوا اور المنصور (۷۵۴ء۔ ۷۷۵ء) کے ایام حکمرانی سے ہارون الرشید (سنہ ۷۸۶ - ۸۰۸ء) تک بڑی فیاضی سے اُن کی تربیت ہوئی بہت سے ملکوں سے اہل علم طلب کیئے گئے اور بادشاہانہ سخاوت سے اُن کی بہت کچھ داد و دہش کی گئی اہل یونان و شام و ایران قدیم کی عمدہ عمدہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر مشتہر اور شائع ہوئیں۔ خلیفہ مامون نے (جس نے ۸۱۳ سے ۸۳۲

تک سلطنت کی) سلطان روم کو ساڑھے بارہ من سونا اور ہمیشہ کی صلح اِس شرط پر منظور کی کہ لیو فیلسوف کو اجازت دی جاوے کہ چند عرصہ کیلئے وہ یہاں آکر مامون کو فلسفہ و حکمت سکھلا جاوے۔ فلسفہ حاصل کرنے کے لیئے ایسے زر خطیر صرف کرنے کی بہت کم مثال ملیگی۔ اِسی مامون کے زمانہ میں بغداد و بصرہ بخارا اور کوفے میں بڑے بڑے مدرسوں کی بناپڑی اور اسکندریہ۔ بغداد۔ اور قاہرہ میں عظیم الشان کتب خانے بنائے گئے۔ اسپین میں مدرسہ اعظم مقام قرطبہ کا بغداد کی علمی شہرت کی ہمسری کرتا تھا۔ اور عموماً دسویں صدی میں جہاں دیکھو وہاں مسلمان ہی علوم کے حافظ اور سکھلانے والے نظر آتے تھے۔ فرانس اور اَور ممالک فرنگستان کے طالب علم جوق جوق اُندلس کو آنے شروع ہوئے اور ریاضی اور طب عربوں سے سیکھنے لگے۔ اُندلس میں ۱۴ مدرسے اور ۵ بڑے بڑے کتب خانے جن میں سے حاکم کے کتب خانہ میں ۶ لاکھ کتابیں تھیں جمع ہوئے۔ یہ کیفیت ترقی علم کی جبکہ اُس زمانہ سے ملائی جاوے جو قبل از (محمد صلعم) گذرا تو ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ عرب فتوحات میں سبقت کرتے تھے ایسے ہی ترقی علم میں بھی یہ لوگ تیز رفتار تھے"۔

" جغرافیہ۔ تاریخ۔ فلسفہ۔ طب۔ طبیعات اور ریاضی میں مسلمانوں نے بڑا ہی کام کیا۔ اور عربی الفاظ جو اَب تک علوم حکمیہ میں بولے جاتے ہیں مثلاً الکحل۔ علیمہ۔ زینہ۔ نادر۔ اور بہت سے ستاروں کے نام وغیرہ وغیرہ نزلک اس بات کی دلیل ہیں کہ یورپ کے اکتساب علوم پر قدیم سے مسلمانوں کو بہت دخل و تصرف ہوا۔ مگر بعد کے زمانہ میں ان سے جغرافیہ کا علم بہت کچھ یورپ کو حاصل

ہوا۔ ایشیا اور افریقیہ میں جغرافیہ کی بہت اشاعت ہوئی اور علم جغرافیہ میں پُرانی عربی کتابیں اور سفر و سیاحت کے رسالے تصنیفات ابوالفدا ادریسی لیو افریقانوس ابن بطوطہ ابن فصلان ابن جبیر البیرونی المنجم اور اَوروں کی تحریریں اب تک مفید اور گرامی قدر ہیں" ٭

"علم تاریخ بھی محنت سے حاصل کیا گیا اور قدیم عربی مورخ جس کا حال ہمکو ملتا ہے محمد الکلبی ہے (جو ۸۱۹ء میں مرگیا) مگر اسی زمانہ میں اور کئی ایک مورخ گذرے اور دسویں صدی کے شروع سے تو عرب نے علم تاریخ پر بہت توجہ کی اور جن لوگوں نے تمام جہاں کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا اون میں اول مسعودی طبری۔ ہمزہ۔ اصفہانی اور یوٹیکیوس بطریق اسکندریہ ہیں (مسعودی کی تاریخ کا نام مروج الذہب و معدن الجواہر ہے) اِن کے بعد ابوالفرج اور جارج المائقین (ہر دو عیسائی) اور ابوالفدا وغیرہ ہیں۔ نویری نے جزیرہ سِسلی کی تاریخ ایام سلطنت عرب کی لکھی۔ بہت سے ابواب عربی تاریخوں کے جن میں عیسائیوں کی جنگ مقدس کا بیان ہے فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہوئے ہیں اور اُندلس میں مسلمانوں کی سلطنت کے حالات ابوالقاسم قرطبی (مات ۱۱۳۹ء) تمیمی وغیرہ نے متعدد کتابوں میں لکھے ہیں۔ جس کسی کو اِن حالات کے دریافت کرنے کا زیادہ شوق ہو تو قطر مری کی تصنیفات خصوصاً وان ہمیر کی کتابوں پر رجوع کرے" ٭

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

"عرب کے فلسفہ کو جو یونانی الاصل تھا قرآن سے وہی نسبت تھی جو اوسط زمانہ کے معقولات کو عیسائیوں کی کتب مقدسہ سے تھی یعنی فلسفہ کو دینیات

کا خادم سمجھا جاتا تھا عربوں نے ارسطا طالیس کی تصنیفات کو بہت پڑھا اور
اسپین میں اسکی بڑی شہرت ہوئی اور بالآخر تمام فرنگستان میں عربی زبان سے لاطینی
میں ترجمہ کے ذریعہ سے اُسکی اشاعت ہوئی گو عرب کو خود ہی عہد عباسیہ میں
ترجمہ کے وسیلے سے حاصل ہوا تھا منطق اور علم مابعد الطبیعۃ پر زیادہ توجہ ہوئی
اور مسلمانوں میں مشاہیر اہل فلسفہ یہ لوگ ہوئے ہیں۔ الکندی البصری جو نویں
صدی عیسوی میں تھا۔ الفارابی جس نے ۹۵۰ء میں اصول (۹) ہیں کتاب
لکھی۔ ابن سینا (مات ۱۰۳۶) جس نے منطق اور علم مابعد الطبیعۃ اور طب
کو جمع کیا اور علم کیمیا و تشخیص امراض اور شناخت ادویات نباتی میں بڑی ترقی کی
ابن یحیٰی جسکی تحقیق کی بڑی شہرت ہوئی۔ الغزالی (مات ۱۱۱۱) جس نے
کتاب تہافتہ الفلاسفہ تصنیف کی۔ ابوبکر ابن طفیل (مات ۱۱۹۰) جس نے
اپنے قصہ حی ابن یقظان (مطبوعہ پوکرک مقام اکسفورڈ سنہ ۱۶۷۱ء) میں انسانوں
کا حیوانوں سے ظہور میں آنیکا مسئلہ بیان کیا اور اس کا شاگرد ابن رشد جو
ارسطا طالیس کے مفسر ہونے میں بڑا مشہور اور گرامی قدر تھا۔ ان لوگوں کا
اور ان کے مسلک کا بیان شمولدرس اور رنکر کی کتابوں میں مفصل ملیگا ؂
(۵) بہت سے ان عرب فیلسوفوں میں طبیب بھی تھے ان کے علم خواص
ادویہ میں مہارت کامل حاصل کرنے کو ہنبولٹ نے معلومات جغرافیہ سے
منسوب کیا ہے ؂ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ علم طب
اِس حیثیت سے کہ وہ ایک علم ہے عرب ہی کی ایجاد ہے جن کو نہایت قدیم
اور وسیع ماخذ یعنی ہندی طبیب شروع ہی سے مل گئے تھے معجون بناتے

کی کیمیائی ترکیب عربوں نے ہی ایجاد کی اور دواؤں کے مرکب کرنے اور نسخہ لکھنے
کی ایجاد بھی انھیں سے ہوئی - اور مدرسہ سلرنو کے ذریعہ سے یہ علم فرنگستان جنوبی
میں پھیل گیا - (دیکھو رسالہ کوس موس مصنفہ ہنبولٹ جلد ۲ ص ۵۸۱ ترجمہ بوہن)
دواسازی اور قرابادین کی وجہ سے علم نباتات اور کیمیا کی حاجت پڑی اور
تین سو برس تک یعنی ۹ سے ۱۱ صدی ع تک کثرت سے ان علوم کی تحصیل ہوتی
رہی اور جندیسابور بغداد - اصفہان - فیروزآباد - بلخ - کوفہ بصرہ - اسکندریہ -
قرطبہ وغیرہ میں فلسفہ اور طب کے مدرسے جاری ہو گئے اور طبابت کے ہر ایک
صیغہ میں بجز علم تشریح کے بڑی ترقی ہوئی - اس کے استثنا کی یہ وجہ ہے
کہ قرآن میں اجسام کی تشریح منع کی گئی ہے (?) علم طب میں یہ لوگ بڑے نامی
مشہور ہوئے - ہارون الکندی - ابن سینا[1] جس نے قانون لکھا اور ایک
عرصہ تک اس فن میں یہی ایک کتاب درس میں رہی - علی بن عباس - اسحاق بن
سلیمان - ابوالقاسم - اور روش[2] جس نے طب کی تکمیل کی اور علی ابن عیسیٰ وغیرہم

---

[1] قانون فی الطب عبرانی زبان میں بھی ترجمہ ہوا - اور لاطینی زبان کا ترجمہ ۱۵۹۵ء میں چھپا
اور اکثر فلسفہ کے رسالے لاطینی زبان میں ترجمہ ہو کر ۱۴۹۱ء و ۱۵۲۳ و ۱۵۶۴ء شہر وینس میں چھپ
گئے اور قانون کا عربی متن ۱۵۹۳ء میں روما میں چھپا پا گیا -

[2] یعنی ابن رشد جن کا پورا نام ابوالولید محمد بن احمد بن محمد ابن رشد ہے ولادت ۱۱۲۹ء
مقام قرطبہ اور وفات ۱۱۹۸ یا ۱۲۰۶ء میں - ابن رشد کی تصنیفات سے ترجمہ حکمت
ارسطاطالیس اور شرح ارسطاطالیس اور طب میں کلیات مشہور ہیں اور اکثر لاطینی میں ترجمہ ہوئی
اور جرمن میں اصل بھی چھپی -

"ریاضی میں اہل عرب نے بڑی ترقی کی اور الجبر والمقابلہ کو وسعت دی بغداد
اور قرطبہ کے مدرسوں اور رصدگاہوں میں علم ہیئت کمال شوق سے پڑھا جاتا تھا
الحسن نے علم مناظر و مرایا میں تصنیف کی اور نصیر الدین طوسی نے اصول
اقلیدس کا ترجمہ کیا جبر ابن عقلہ نے بطلیموس کے علم مثلث پر شرح لکھی
اور نظام بطلیموسی کی کتاب مجسطی کو الہازی (؟) اور سوجیوس نے ۸۱۲ء
میں عربی میں ترجمہ کیا۔ اور دسویں صدی عیسوی میں البانی نے زمین کے
دائرہ عظیمہ کے ارتفاع پر نظر کی اور محمد بن جبر البانی نے رفتار شمس کی دریافت
کی۔ البطراجیوس نے ثوابت کے بیان میں کتاب لکھی اور ابو الحسن علی نے
آلات علم ہیئت میں تصنیف کی"۔ انتہیٰ

۴۵۔ اسلام کی علمی فیض بخشی دور دراز ملکوں میں بھی ہوئی اور ممالک
فرنگستان کے رہنے والے بھی مسلمانوں
کی ترقی علوم سے بہرہ یاب ہوئے۔
فرنگستان کے عیسائیوں کو مسلمانوں

Literary benefits of Islam to most distant provinces.

کی وجہ سے عربی زبان اور عرب کے اخلاق و عادات کے علم سے بہت بڑا فائدہ
دینی یہ ہوا کہ عہد عتیق کی کتابیں جن کی زبان عبرانی مدت سے متروک الاستعمال
ہے بہت سے مقامات پر عربی کی استعانت سے صاف صاف سمجھ میں آنی
شروع ہوئیں کیونکہ عہد عتیق میں بہت سے ایسے محاورات صرف ہوئے ہیں
اور ایسے عادات کا بیان ہے جو اہل یورپ نہیں سمجھتے تھے مگر عرب میں اُن کا
استعمال اور رواج تھا۔ مگر افسوس کہ یہاں کے مسلمان باوجود شدت احتیاج زبان

عبری یا یونانی نہیں سیکھتے اور بڑے بڑے افضل الفضلا یہ نہیں جانتے کہ فارقلیط کس زبان کا لفظ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے زمانہ کے اکثر علمائے دین اور نیز مفسرین سابقین چہارم قرآن کے مضمون کو اس وجہ سے اچھی طرح نہیں سمجھ سکے کہ اُن کو یہود کی زبان اور رسوم وعادات مذہب وخیالات طریق معاشرت اور اُن کی کتب دینی پر اطلاع نہیں[۱]

ہنری لوئیس نے ہسٹری آف فلاسفی میں لکھا ہے کہ۔

"مسلمانوں ہی کی وجہ سے یورپ میں علم اور فلسفہ پہونچا۔ اِس امر خاص میں یورپ اُن کا ممنون احسان ہے اور اس سے بڑا احسان عرب کا یورپ پر یہ ہے کہ اُن لوگوں نے علم ہندسہ اور ہیئت اور طب اور کیمیا میں بڑی کوشش کی، اور اُنھیں کی بدولت اسپین سے فرانس ہو کر فرنگستان میں علم پھیلا[۲]"

اورینٹل ٹرانسلیشن کمیٹی کی اول تجویز میں اِس امر کا اعتراف ہے کہ شائد عربوں اور فارسیوں سے زیادہ کسی قوم میں علم تاریخ وتذکرہ وفن بدیع کے ذخیرے جمع نہیں ہیں۔ اُن کی تاریخوں اور تذکروں کی کتابیں جن میں اُن کے اِرد گرد کے ملکوں کے حالات لکھے ہیں وہی کتابیں اصلی ماخذ ہیں اُن ملکوں کی تاریخ اور نامی اشخاص کے تذکرہ کی۔ اُن کی تاریخیں جنگ مقدس کے بیان

---

[۱] وارکعوا مع الراکعین (بقر ۴۵) کی تفسیر میں مفسرین متحیر ہیں اور بعضے بڑے مفسر لکھتے ہیں " لان الیہود لا رکوع فی صلواتھم " اور ایسا ہی تفسیر بیضاوی معالم۔ کمالین وغیرہ میں ہے !!!۔

[۲] پرچہ تہذیب الاخلاق جلد ۲ ص ۱۴۲۔

کی جنمین صحیح صحیح حالات لکھے ہوئے ہیں انکے پڑھنے میں ہر ایک پڑھنیوالیکا دل لگیگا اور اہل
تاریخ کو اُن سے بڑی مدد ملیگی۔ فن ادب اور خصوصاً قصص و حکایات میں تو کوئی اُن سے
بڑھکر نہیں ہوا اور جو کچھ ایسی کتابیں فرنگی زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہیں انکے پڑھنے سے افسوس آتا ہے
کہ ایسی کتابیں جن سے ایسی مسرت حاصل ہوتی ہے بہت کم ترجمہ ہوئی ہیں۔ اور فی الحال ہمکو
کیسی ہی فضیلت ایشیا کے علوم و فنون پر حاصل ہو مگر جہاں سے ہمنے اپنی مبادی علوم کو حاصل کیا
تھا اسکا دریافت کرنا بیہودہ نہوگا۔ اس نسبت میں ہمکو تسلیم کرنا چاہیئے کہ ایشیا کی زمین
فرنگستان کی بڑی بہن اور معلمہ ہے۔ اور اگرچہ وحشیوں کے ایک گروہ نے اُس کے
ملک غرب و شمال سے سیلاب کی مانند پھیل کرکے اُس کی روشنی کو بجھا دیا مگر تو بھی
ہم لوگ غرناطہ۔ قرطبہ اور سیویلی کی مسلمان سلطنتوں کے ممنون احسان ہیں جنہوں
نے پھر علم کی روشنی قایم کی۔ کیونکہ یورپ نے بہت سے وہ علوم و فنون جو اب
اُس نے بڑے اعلےٰ درجہ پر پہنچائے ہیں ابتداء میں انہیں سے حاصل کئے تھے
ریاضی اور طب کی ایشیائی تصنیفوں سے تو اب شاید کچھ علم نہ حاصل ہو مگر جبکہ
یونانیوں سے علم جاتا رہا تھا تو خلفاء کے عہد میں ان علوم کی ترقی کا نشان پانا
علم کے شایق کو بے مذاق نہ معلوم ہوگا کیونکہ یونان کی مشہور کتابیں خلفاء بغداد
نے عربی میں ترجمہ کرائی تھیں تو کچھ بعید نہیں کہ یونانیوں کی بعض مفقود کتابیں
اب عربی لباس میں پائی جاویں الخ •

۴۶- یہ کیفیت ترقی کی مسلمانوں کی چند صدیوں تک رہی مگر فقہا کی
کثرت اور فقہ میں بے حد توغل ہونے سے وہ ترقی رُک گئی اور زوال شروع
ہوگیا۔ اور اب اِس اخیر زمانہ میں جہل اور اُس کی وجہ سے نکبت اور فلاکت

مسلمانوں کے نصیب حال ہوئی جس طرح پر کہ متقدمین مسلمانوں نے حکمت قدیم اور فلسفہ یونان کی تحصیل و تحقیق میں جودت اور ذہانت دکھلائی اور اپنے اصول عقائد سے اس کی تطبیق یا تردید کرنے میں ناموری حاصل کی اسیطرح واجب اور لازم تھا کہ متاخرین اہل اسلام حکمت جدید اور فلسفہ مجددہ کو حاصل کر کے اپنی فضیلت اور اسلام کی حقیقت تمام دنیا پر ظاہر کرتے کیونکہ ان دنوں علوم جدیدہ کی تحصیل بہت آسان ہے اور نیز حکمت جدید مذہب اسلام کی مؤید اور مصدق ہے اور فلسفہ فرنگ میں وہ دقیق مباحث جو فلسفہ یونان میں تھیں نہیں ہیں اور فلسفہ مشہودیہ جسکی بنا عیان و شہود پر ہے بہت مفید اور کارآمد ہے

All this culture of early ages of Mohamedanism presents a strong contrast to the ignorance which now prevails among them.

اس زمانہ میں بعضے دوراندیش دردمند اور ترستی مسلمانوں نے یورپ کے علوم جدیدہ کا اکتساب اور علوم اسلامی سے اس کی تطبیق دینی چاہی ہے اور طرز معاشرت اور شایستگی عادات و طرز تحریر اور طریق تعلیم میں یورپ کا تتبع اختیار کیا ہے چنانچہ میکایل صباغ شامی جن کی کتاب بزبان عربی و فرانسیسی پیرس (۱۸۰۵ء) میں چھپی اور شیخ رفاعۃ القاہری جن کی متعدد تصنیفات نئی طرز پر قاہرہ اور پاریس میں منطبع ہوئیں اور ان میں ایک کتاب تخلیص الابریز فی تلخیص الباریز

Modern writers have attempted to imitate European forms of thoughts and sentiments.

جیمس نوائس کے سیر و سفر کا حال لکھا ہے - اور سیف آفندی بیروتی جس نے
ڈی ساسی کے چھاپے ہوئے مقامات حریری (سنہ ۱۸۴۷ع) پر محققانہ نظر
کی اور جنرل خیرالدین احمد وزیر مملکت ٹونس (تیونس) جن کی کتاب
اقوام المسالك فی احوال الممالك کا اردو ترجمہ بھی مشتہر ہو گیا ہے
اور شیخ احمد آفندی جن کی کتاب کشف المخبا عن فنون اردبا جسکی
نواب لفٹننٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی نے کتب درسیہ میں داخل ہونے
کی تجویز کی ہے - اور مولوی کرامت علی صاحب جونپوری متولی امام باڑہ
محسنیہ ہوگلی صاحب رسالہ ماخذ علوم مع ضمیمہ عمدہ مصنفین ہیں - اور مولوی تہذیب العلی
صاحب کی فرزانہ اور دردمند تقریریں اور حکیمانہ تحریریں مسلمانوں کی درد انگیز
حالت پر نہایت ہی پر تاثیر ہوتی ہیں - خصوصاً جناب مولوی سید احمد خان
بہادر کی کوششیں جو مختلف طور سے بانحارشتی مسلمانوں کی خراب حالت
اور نکبت و فلاکت کی اصلاح اور درستی اور علوم جدیدہ کی اشاعت اور حمایت اسلام
میں بر روئے کار آ رہی ہیں اُنھوں نے اکثر مخالف اور موالف کے پژمردہ بلکہ
مُردہ دلوں میں تحریک پیدا کر دی اور ہندیوں کے تنگ و تاریک خیالات کو
حقیقی نور کی آبیاری سے تر و تازہ کرنے کا سامان کیا - اور بالتخصیص مدرسۃ
العلوم لمسلمانین کی بنیاد ہمارے دین اور دنیا کی آرایش اور آسایش
کا سرچشمہ ہے +

۴ - یہ مختصر تحریر اسلام کی دنیوی نعمتوں کے بیان میں جیسی کہ مفصل اور
متین چاہیے تھی نہیں ہو سکی اور بہت سے محاسن کی ومدنی اور اخلاق اور

A brief review of the positive benefits produced by Islam on the moral and political society and in private life shows that it is of heavenly origin, and a blessing to the world.

اور معاشرت کی خوبیاں جو اسلام کی وجہ سے مسلمانوں میں پھیلیں وہ اچھی طرح سے تحریر میں نہیں آسکیں اور جو فایدے غیر قوموں اور دور دراز کے ملکوں کو اسلام کے نور سے حاصل ہوئے انکا بھی استقرا اس تحریر میں نہیں ہو سکا کیونکہ ان سب مضامین کے لیئے ایک ضخیم کتاب اور اسکے لیئے بہت بڑا سامان چاہیئے اور نیز حوالوں اور سندوں کے بیچ میں آپڑنے سے سلسلہ کلام اور تقریر کے نظام میں خلل پڑ جاتا ہے مگر تاہم جس قدر اسلام کی خوبیاں اور اس کے اثر میں بدیہی نتیجے ہمنے بیان کیئے ہیں اُن سے ثابت اور ظاہر ہے کہ جماعت اور قوم کے تمدن اور اخلاق پر اور نیز شخصی تہذیب اور تزکیہ میں اسلام کی جو تاثیر ہوئی اور جو اصلاح اسکی مدنظر رہی وہ اُس کے منجانب اللہ ہونے کی مضبوط دلیل ہے۔ اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ کسی فیلسوف کی حکمت یا کسی مزور کی جھوٹی باتیں ایسی الہٰی تاثیر اور عام اصلاح نہیں پیدا کر سکیں ؛؛

اس تقریر کو میں اس شہادت پر ختم کرتا ہوں جو فضل العماد ریو بینڈ راڈویل صاحب نے قرآن کے حق میں لکھی ہے۔ ہر چند کہ وہ اس پر تجویز خونریزی و غلامی وغیرہ کے غیر صحیح الزامات لگاتے ہیں مگر اُس کے کریمانہ اخلاق اور حکمت بالغہ کو تسلیم کرتے ہیں اور بالآخر لکھتے ہیں کہ "عرب کے سیدھے سادے بھیڑیاں چرانیوالے خانہ بدوش بدو لوگ ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو وہ لوگ

سلطنتوں کے بانی مبانی اور شہروں کے بنانیوالے (جتنے کتب خانہ اُنہوں نے خراب کئے تھے[۵] اُن سے زیادہ) کتب خانوں کے جمع کرنیوالے ہو گئے - اور

---

[۵] معلوم نہیں مُصنف نے کس حادثہ پر اشادہ کیا ہے - لوگوں کے ذہن اُسی طرف جا ئینگے کہ اسکندریہ کے کتب خانہ کی ویرانی جو عمرو بن العاص کے ہاتھ سے خلیفۂ ثانی کے حکم سے ہوئی - مگر اہل یورپ میں اب تو یہ عام رائے ہے کہ یہ قصہ دروغ محض اور بے بنیاد ہے - چیمبرس کے انسائیکلوپیڈیا جلد ایک میں اسکندریہ کے کتب خانہ کے بیان میں لکھا ہے کہ - متعصب عیسائیوں کے ایک گروہ نے بسرکردگی ارک بشپ تھیوفلیس حملہ کرکے ۳۹۱ء میں جوپیٹر سراپیس کے بت خانہ کو ڈھایا اور غالبًا وہاں کے علمی خزانہ یعنے کتب خانہ کو بھی برباد کیا - اور یہ اُس وقت میں ہوا کہ کتب خانہ کی تباہی شروع ہوئی نہ کہ ۶۳۲ء میں عرب کے ہاتھوں سے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں - وہ قصہ جس میں یہ ہے کہ عربوں کو بہت سی کتابیں جو چھ مہینے تک حمام گرم کرنے کے لیئے کافی ہوں وہاں ملگئی تھیں - سخریہ کے طور پر مبالغۃً بیان کیا گیا ہے - مورخ اُروسیوس جس نے اس مقام کا جب اواں کہ عیسائیوں نے اُسے خراب کر ڈالا تھا ملاحظہ کیا لکھتا ہے کہ اُس نے اُس وقت کتبخانہ کی صرف خالی الماریاں دیکھیں ٭

مسلمانوں میں تاریخی واقعات میں تسامح اور مساہلت بہت ہوئی ہے اس وجہ سے بے تکے اُڑ جاتے ہیں شاید اس قصہ کی ابتداء عبد اللطیف (۱۱۶۲-۱۲۳۱) صاحب تاریخ مصر سے ہوئی ہو - اس کے بعد ابو الفرج یوس (۱۲۲۶-۱۲۸۲) عیسائی مؤرخ ارمنی اسقف کے ذریعہ سے بہت شہرت ہوئی اور احمد المقریزی القاہری (۱۳۶۰-۱۴۴۲)